URDU Test Preparations Short Definitions Book

اپنی اُردو کو بہتر سے بہتر بنائیے !

Educators URDU Test Preparation

NTS™ NTS™

آسان
اُردو گریمر

(اُردو صرف ونحو)

لفظ اور اس کی اقسام / نظم اور اس کی اقسام / غزل اور نظم میں کیا فرق ہے؟
فعل اوراس کی اقسام / علم نحو / ردیف اور قافیہ / اسم کی اقسام وغیرہ

www.solvemcqs.blogspot.com

Urdu Grammar – قواعد زبان

اصنافِ ادب

اصنافِ ادب کیا ہیں؟

اصنافِ ادب سے مراد اردو ادب کے وہ خاص پیرائے ہیں جو ادبی اور غیر ادبی تحریر کو الگ کرتے ہیں۔ اصناف کی اصل صنف ہے ۔ادب سے مراد بات کرنے کی عمدہ صلاحیت ہے۔ دنیا کی دوسری بڑی زبانوں کی طرح اردو ادب بھی وسیع اصنافِ سخن پر مشتمل ہے۔ اردو اصنافِ ادب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن میں شعری اصنافِ سخن۔ نثری اصنافِ سخن اور غیر افسانوی ادب شامل ہیں۔

شعری اصناف

شعری اصناف سے مراد ایسی اصناف ہیں جن میں کلام کو شاعرانہ انداز سے بیان کیا جاتا ہو۔ شعر کے لغوی معنی جاننا بوجھنا ہیں۔ شعری اصناف کو اصنافِ نظم بھی کیا جاتا ہے۔ اس کی آگے درج ذیل اقسام ہیں۔ (بہ لحاظِ موضوع) حمد۔ نعت۔ غزل۔ قصیدہ۔ مرثیہ۔ شہر آشوب۔ واسوخت۔ ریختی۔ پیروڈی۔ گیت۔ بہ لحاظِ ہیت مثنوی۔ رباعی۔ قطعہ۔ مسبط۔ ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ مستزاد اور نظمِ جدید میں پابند نظم۔ معری نظم۔ آزاد نظم۔ سانیٹ شامل ہیں

نثری اصناف

نثری اصناف میں ایسی اصنافِ سخن شامل ہیں۔ جس میں ادیب یا مصنف اپنے خیالات کا اظہار ادبی تحریروں سے کرتا ہے۔ اس میں اس کی قدیم صنف داستان پھر ناول۔ افسانہ اور ڈرامہ شامل ہیں۔ ناول ایسی نثری صنف ہے جس میں کسی کی پوری زندگی کے متعلق

درج کیا جاتا ہے اور اس کو ایک نشست میں پڑھا نہیں جا سکتا۔ جبکہ افسانہ ناول سے مختصر ہوتا ہے اس میں زندگی کے کسی ایک پہلو کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ڈرامہ کے معنی کر کے دکھانا کے ہیں۔اس میں پوری کہانی کو مکالمے کی صورت بیان کیا جاتا ہے۔اور الگ لگ سین کے ذریعے کہانی کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔

غیر افسانوی ادب

غیر افسانوی ادب سے مراد ایسا ادب ہے جس میں تخیلات کی دنیا کے بجائے زندگی کی حقیقت کو پر کھا جاتا ہے۔اس طرز کی اصنافِ سخن میں مضمون۔مقالہ۔انشائیہ۔سوانح عمری۔آپ بیتی۔خاکہ۔مکتوب۔تبصرہ۔طنز و مزاح۔سفر نامہ۔اور تراجم وغیرہ شامل ہیں

Haroof e Abjad – حروفِ ابجد

پس منظر

ناقدین کے مطابق اباجاد ایک بادشاہ کا نام تھا۔ جس کا مخفف ابجد ہے۔ اور لفظ ابجد کی جڑ اباجا ہی ہے۔ اور باقی سات کلمے اس بادشاہ کے بیٹوں کے ناموں سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ مرامرا ایک شخص کا نام تھا۔ اور یہ ابجدی لکھنے کا طریقہ اسی کا ایجاد کردہ ہے۔ بجکہ بعض ناقدین کے مطابق حضرت ادریس نے ابجد کو ترتیب دیکر آٹھ بامعنی کلمے بنائے اور ابجد ادریس اُس کا نام رکھ دیا گیا۔ اس ابجد میں عربی کے تمام حروف آجاتے ہیں۔

حروفِ ابجد کیا ہیں؟

حروفِ ابجد عربی زبان کی مرہونِ منت ہیں۔ اگر انکو الگ کرکے لکھا جائے تو یہ عربی کی الف۔ ب۔ تے ہیں۔ ان حرفوں کے اعداد بھی مقرر کئے ہیں جنہیں حسابِ جمل کہتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے بچوں کے نام بھی اسی قاعدہ سے ایسے رکھے ہیں کہ جس سے پیدائش کا برس نکلتا ہے۔ شان الحق حقی نے اس کی تعریف کچھ یہ کی ہے۔

ابجد حروفِ تہجی کی وہ ترتیب ہیں جو الف۔ ب۔ د سے شروع ہوتی ہے۔

اور جس کے حروف کو ملا چند کلمات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ابجد۔ ھوز

۔ حطی۔ کلمن۔ سعفض۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔ پہلے نو حروف بالترتیب اکائیوں پر۔

ی تا ص نو دہائیوں پر ق تا ظ سیکڑوں پر مشتمل اور غ ایک ہزار کا حامل

قرار دیا گیا ہے۔

حروفِ ابجد کی ترتیب

پروفیسر انور جمال نے انکو علم الاعداد کا نام دیا ہے۔اپنی کتاب ادبی اصطلاحات میں آٹھ گروپ کچھ اس طرح سے بنائے ہیں ملاحظہ فرمائیں

ترتیب:

۱۔ابجد=	۱	۲	۳	۴
	الف	ب	ج	د
۲۔ھوز=	۵	۶	۷	
	ہ	و	ز	
۳۔حُطی=	۸	۹	۱۰	
	ح	ط	ی	
۴۔کلمن=	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰
	ک	ل	م	ن
۵۔سعفص=	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
	س	ع	ف	ص
۶۔قرشت=	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰
	ق	ر	ش	ت
۷۔ثخذ=	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	
	ث	خ	ذ	
۸۔ضظغ=	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰	
	ض	ظ	غ	

اردوزبان تشکیل وارتقا – History of Urdu Language

زبان کیا ہے؟

زبان انسان کی ایک نایاب ایجاد ہے۔ زبان کے متعلق مختلف ناقدین نے رائے دی ہیں۔ زبان بامعنی آوازوں اور حروف وعلامات پر مبنی ہوتی ہے۔ زبان وہ آوازیں یا علامتیں ہیں جن کی وساطت سے انسان بصورتِ تقریر یا تحریر ان خیالات کا اظہار کرتا اور دوسروں سے بذریعہ سماع یا مطالعہ معلومات اخذ کرتا ہے۔ ایسی لیے زبان کو تبادلہ خیالات اور اظہار خودہی کا آلہ کہا جاتا ہے۔ اردو ترقی زبان کا لفظ ہے۔ کیونکہ یہ زبان مختلف زبانوں کے امتزاج سے بنی ہے اس لیے اس کا مطلب لشکر کا ہے۔ زبان ایک ہمہ گیر لفظ ہے اور یہاں ہم اپنے فکر خیالات اور احساسات کوذریعہ بنانے کے لیے سامنے لاتے ہیں۔ زبان کسی ایک فرد کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایک پورے معاشرے کا مسئلہ ہے۔

اردوزبان کا ارتقا

جب آریائی ہندوستان میں آئے تو انہوں نے زیادہ تر سنسکرت کو رائج کیا۔ بولی زبان کی پہلی صورت ہے اور زبان۔ ایک مکمل حالت ہے۔ زبان کا جغرافیاوسیع ہوتا ہے۔ آریا جب آئے تو انہوں نے کچھ بولیوں کی جانچ کی اور سنسکرت جیسی زبان میں تبدیل کیا سنسکرت کے معنی پاک۔ پاکیزہ یا مقدس کے ہیں۔ پھر مسلم فرمارواوں کی یکے بعد دیگرے ہندستان میں آمد سے لوگوں مٰیں ایک رابطے کی زبان قائم ہوئی جسے ریختی۔ ریختہ۔ اردوِ معلی اور بعد ازاں اردو کیا جانے لگا۔ اس کے علاوہ اردوزبان کے قیام میں صوفیا اکرام نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر شاکت سبز واری نے کہاہے کہ اردو پالی زبان کا ماخذ ہے جبکہ عین فرید کوٹی نے اردو کو ہڑپہ سے ماخذ قرار دیا۔ حافظ محمود شیرانی نے کیا کہ اردوزبان پیجابی سے نکلی ہے۔

محمد حسین آذاد کے مطابق

ولی دکنی اردو غزل کا شاہِ آدم تھا۔ ہمارے بہت سے شعرا نے فارسی کے

الفاظ استعمال کیے اور ایک غزل میں اردو اور فارسی کو اکھٹا کرنے کی

کوشیش کی۔ فارسی غزل کا محبوب مرکز تھا۔

حروف کے مجموعہ سے لفظ بنتے ہیں۔ لفظوں کے مجموعہ سے عبادت بنتی ہے اور عبادت ہی کسی زبان کی تشکیل کا ذریعہ ہے۔ اس لیے ازدو املا پر بھی بہت بحث دیکھنے کو ملتی ہے۔ املا کے لفظی معنی رسی کھولنا یا رسی کو دراز کرنا کے ہیں۔ اردو املا میں زبان کی تحریری شکل کو رسم الخط کہتے ہیں۔ جبکہ درست طور پر حروف کی اشکال کو ضبطِ تحریر میں لانے کا نام املا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا کہنا ہے کہ۔

املا بابِ افعال سے عربی میں مصدر ہے۔ اور عربی میں اس کا سہی املا

ہمزہ کے ساتھ ہو گا۔ لیکن اردو میں املا کا لفظ ہمزہ کے بغیر لکھا جاتا ہے۔

املا کے لغوی معنی لکھنا۔ لکھوانا اور رسی دراز کروانا کے ہیں۔ زبان کی

اصطلاح میں املا سے مراد کسی لفظ کو مقررہ قاعدہ کے ساتھ اس طرح

لکھنا ہے کی بولنے اور پڑھنے میں اسے سہی تلفظ کے ساتھ ادا کیا جا

سکے

اردو قواعد و املا آیا کہاں سے آیا؟

اردو کا رسم الخط فارسی سے آیا اور فارسی کا عربی سے ہے۔ تو یوں فارسی اور عربی کی روایت اردو میں بھی رائج ہو گئی۔ اور اردو کے حروفِ تہجی بھی فارسی۔ عربی اور ایرانی سے لیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر سید علی رضا نقوی نے کچھ یوں کہا ہے کہ۔

جہاں تک اردو املا کا تعلق ہے یہ بڑی حد تک عربی اور فارسی املا کے

اصولوں کے تابع ہے لیکن یہاں بھی دوسری زبانوں سے الفاظ اخذ کرتے

وقت اپنے ذاتی مزاج اور طبیعت کو ملحوظ رکھنے کے اصول کے مطابق

اردو نے فارسی اور عربی کے اصولِ املا سے کہیں کہیں گریز اور انحراف

بھی کیا ہے۔

زبانوں کی خاندانی گروہ بندی

خاندانی حوالے سے زبانوں کی گروہ بندی کچھ اس طرح سے کی گئی ہے

امریکی خطہ کی زبان

افریقی خطہ

ایشائی خطہ

زبانوں کا سامی خاندان

شمالی خطوں کی زبانیں

بورال زبانیں

التائی زبانیں

تبتی اور چینی زبانیں

قبلہ دراوڑی خاندان کی زبانیں

ہندیورپی زبانیں

یونانی زبانیں

اطالوی خاندان

کیلٹک زبانیں

زبان کی ہند ایرانی شاخ

اردو زبان کی اہمیت

روایت؛

اردو زبان ایک ایسی زبان ہے جس نے مختلف قوموں میں رابطے کی زبان کا کردار ادا کیا۔ اردو زبان کی ارتقاء کے بارے دیکھا جائے تو اس کو اولیاء کی زبان کہا جاتا ہے۔ دکن میں اس کو دکنی، گوجرہ میں کوجری اور ہندوستان میں اسے ہندی یا پھر ہندوی بھی کہا جاتا تھا۔ اس کے قدیم ناموں میں ریختہ، اردوئے معلیٰ اور پھر لشکری زبان کے نام سے جانا جانے لگا۔

معنی و مفہوم؛

اردو زبان رابطے کی زبان ہے۔ یہ لفظ ترکی زبان سے ہے جس کے معنی لشکر کے ہیں۔ اس زبان کو لشکری زبان اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ہندوستان میں کئی طرز کی عوام آتی تھی تو آپس میں ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھانے کے لیے اپنی آبائی زبان کے الفاظ بھی استعمال کرتے تھے اور یوں مقامی لوگوں کے الفاظ بھی اپنی زبان میں داخل کرتے رہتے۔ اور پھر ایک بڑی زبان کا وقوع ہوا جو آج دنیا کی تیسری بڑی زبان مانی جاتی ہے۔

نظریات؛

اردو کے وقوع کے متعلق مختلف لوگوں نے مختلف نظریات پیش کیے ہیں۔ مہاتما گاندھی کا کہنا ہے کہ اردو زبان قرآن کے حروف کی زبان ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے اپنی تصنیف پنجاب میں اردو میں کہا ہے کہ اردو زبان کا اصل ماخذ پنجابی زبان ہے۔ اسی طرح دکن میں اردو میں نصیر الدین ہاشمی کا کہنا ہے کہ اردو زبان کی بنیاد دکن ہے۔ سندھی زبان میں لکھی گئی تصنیف کے مصنف کا کہنا ہے کہ اردو زبان اصل میں سندھی سے ہے۔ لیکن اگر مکمل تاریخ کو دیکھا جائے تو اردو زبان کی اصل جڑ اولیاء کے وہ رسائل ہیں جو اس دور میں تبلیغ کا ذریعہ بنے تھے۔

ضرورت اور اہمیت؛

اردو دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے۔ اور پاکستان کی قومی زناب ہے۔ 1973 کے آئین کے تحت شق 251 کے مطابق اردو کو دفتری زبان بنانے کا اعلان ہوا مگر افسوس کہ آج تک اس پر عمل درآمد نہ ہوا۔ اردو زبان کی آج کے دور میں ملک کے بڑھتے بچوں کو بہت ضرورت ہے کیونکہ وہ تعلیم ہی اثر رکھتی ہے جو انسان اپنی قومی زبان میں حاصل ہوتا ہے اس سے یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کو غیر زبان سیکھنے میں جو وقت برباد کرنا پڑتا ہے وہ بچ جاتا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کی نئ نسل کو اپنی قومی زبان میں تعلیم حاصل کرنے کی آپشن دینی چاہیئے۔ کیونکہ اپنی زبان سے دوری ہماری نسل کو دین سے بھی دور کر رہی ہے۔ غیر زبان کی لپیٹ میں اردو لکھنا اور بولنا نئے بچوں کے لیے کسی محاز سے کم نہیں رہا۔ پاکستان اپنی قومی زبان میں بھی ترقی کر سکتا ہے اور ترقی کی راہوں پر گامزن ہو سکتا ہے جس طرح چین نے کیا۔

علمِ عروض – ilm e Arooz

پس منظر

علمِ عروض ایک قدیم علم ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق کیا جاتا ہے کہ خلیل بن احمد فراہیدی نے اس علم کو ایجاد کیا۔ ایہ بصرہ کا رہنے والا تھا اور سو ہجری میں اس کی پیدائش ہوئی۔ اس نے یہ علم مکہ میں ایجاد کیا اور اسی مناسبت سے اس علم کا نام بھی عروض ہے کیونکہ

مکہ کے پرانے ناموں میں ایک نام عروض بھی تھا۔ناقدین کے مطابق خلیل بن احمد فراہیدی نے یہ دیا کی تھی کہ اسے ایسا علم عطاہو جو پہلے کسی کو عطانہ کیا گیاہو۔اس علم کے ایجاد ہونے کے متعلق مختلف ناقدین نے الگ رائے دی ہے۔کچھ کا کہنا تھا کہ یہ علم جب ایجاد ہوا جب یہ آدمی دھوبی گھاٹ سے گزر رہا تھا۔کچھ کے مطابق لویا کوٹنے والوں کی بستی کے قریب سے گزرتے ہوئے اس علم کا خیال فراہیدی کے دماغ میں آیا۔بعض کا کہنا ہے کہ لوہار کی بھٹی کے قریب سے گزرتے ہوئے اس آدمی نے یہ علم ایجاد کر دیا۔اوپر بیان کردہ مثالوں میں آوازوں کی تکرار کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے تو یہ بات ثابت یوتی ہے کہ اُس نے آوازوں کی اوقات سے یہ علم بنایا۔

عروض کیا ہے

شاعری کی بنیاد علم عروض پر ہے۔شعر کی بہت سی تعریفوں میں سے ایک تعریف یہ ہے کہ شعر کلامِ موزوں کو کہتے ہیں۔موزوں کا مادہ وزن ہے۔یعنی ایسا کلام جس میں وزن ہو۔اب شعر میں اوزان کا تعین کیسے کیا جائے؟یہ کام علمِ عروض سرانجام دیتا ہے۔شعر کے ابتدائی اور وسطی حصے کو بھی عروض کہتے ہیں۔اس کے معنی شاعری کا حساب۔سائنس۔اور موسیقی ہے

اصولِ سہ گانہ

عروض میں مختلف آوازوں کی تکرار سے ارکان بنتے ہیں۔اور ارکان کی تکرار سے ہی عروض بنتا ہے۔اصولِ سہ گانہ سے مراد الفاظ کے تین گروہ ہیں جو کے عروض میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔جو کہ مندرجہ ذیل ہیں؛

ا۔سبب

ب۔وتد

ج۔فاسلہ

شاعری میں ان تین گروہ سے آگے جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔اور بعض نے تو اس میں فاصلے کو بھی شامل نہیں کیا اور کیا ہے کہ فاصلہ بھی سبب اور وتد کی ملاوٹ سے بنتا ہے۔

سبب

سبب کے معنی رسی کے ہیں۔اس کی آگے مزید دو اقسام ہیں جن میں سبب خفیف اور سبب ثقیل شامل ہیں سبب خفیف ایسا دو حرفی لفظ ہوتا ہے جس کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکت ہوتا ہے۔ جیسے تم۔ہم۔در۔دس۔وہ اس کی مثالیں ہیں۔اور ایسا لفظ جس کے دونوں لفظ متحرک ہوں مگر ایسا کوئی حرف شاعری میں استعمال نہیں ہوتا کیونکہ یہ اصول ہے کہ تمام حروف کا اختتام ساکت ہوتا ہے۔ مگر الفاظ کو تراکیب کی صورت میں ساکت کیا جاسکتا ہے۔ جیسے دل اصل میں خفیف ہے مگر اس کو اگر ترکیب کی صورت لکھیں تو دلِ ناداں لکھ کر بنایا جائے گا۔ تو پھر یہ سبب ثقیل کہلائے گا۔

وتد

وتد علمِ عروض کی روح سے تین حرفی لفظ کہلاتا ہے۔اس کے معنی میخ۔کیل کے ہیں۔اس کی بھی دو صورتیں ہیں جن میں وتد مجموع اور وتد مفروق شامل ہیں۔وتد مجموع ایسا تین حرفی لفظ ہے جس کے پہلے دو حروف متحرک ہوں مگر آخری حرف ساکت ہو۔اسکو وتد مجموع کہا جاتا ہے اس میں صنف۔ہنر۔وتد۔نظر۔طلب اور صبا شامل ہیں۔اسی طرح وتد مفروق سے مراد ایسے حروف ہیں جس میں صرف پہلا حرف متحرک ہوتا ہے جبکہ دوسرا حرف ساکت ہوتا ہے اس کی مثالوں میں علم۔فکر۔ذکر۔اور رزق شامل ہیں۔

ilm e Badee – علمِ بدیع

علمِ بدیع معنی و مفہوم

علمِ بدیع اردو ادب کی ایک اہم قسم ہے۔اس کے لفظی معنی کلام میں ندرت پیدا کرنا۔ کوئی اچھوتی بات کرنا۔اور زاویہ پیدا کرنا کے ہیں۔یہ علمِ بدیع کا میدان ہے۔اسکے لغوی معنی نیا۔نادر اور عمدہ کے ہیں۔اس علم میں مختلف قسم کی صنعتیں بیان کی جاتی ہیں۔اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔صنائع لفظی ب۔صنائع معنوی

ا۔صنائع لفظی؛

صنعت کے معنی بناوٹ کے ہیں۔بنانے والا صانع اور بننے والا مصنوع ہے۔یہ کائنات اللہ نے بنائی اور ہم سب اللہ کی مصنوعات ہیں۔شاعر بھی صناع ہوتا ہے۔شاعر لفظوں کا پارکھ ہوتا ہے وہ لفظوں کا نباض ہوتا ہے۔ہر شاعر معنوی اعتبار سے لفظوں کی نوع بھر نوع شکلیں بناتا ہے۔لفظ و معنی کا رشتہ نازک اور پچیدہ ہے۔بعض نے اس کو جسم و روح کا رشتہ قرار دیا ہے۔شاعر لفظی شعبدہ باز ہوتے ہیں اور اپنی شاعری میں مختلف صنعتیں استعمال کرتے ہیں۔اس کی بہت سی اقسام ہیں۔جیسے صنعتِ قلب۔صنعتِ سیاۃ الاعداد۔صنعتِ ترصیع۔صنعتِ ایہام۔صنعتِ منقوطہ۔صنعت غیر منقوطہ اور صنعتِ ذوالقوافی شامل ہیں۔

صنعتِ قلب؛

انسان کو انسان اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جلد مانوس ہو جاتا ہے۔اور قلب کو قلب اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ادلتا بدلتا رہتا ہے۔قلب کے لغوی معنی بدلنا۔تبدیلی اس سے لفظ انقلاب ہے۔اگر کسی لفظ کو الٹنے سے وہی لفظ دوبارہ بن جائے۔اگر کسی لفظ کے حروف ادل دبل کر سارے کے سارے دوسرے میں آجائیں تو یہ سب تقلیب کی صورتیں ہیں۔اس کی تین صورتیں ہیں جن میں۔قلبِ کل۔قلبِ بعض اور قلبِ مستوی شامل ہیں۔اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں؛

دنیا میں ہے خزانہ لڑائی کا گھر صدا

ازروِ غور گنج کو الٹو تو جنگ ہے

صنعتِ سیاۃ الاعداد؛

یہ ایسی صنعت ہے جس میں شاعری میں اعداد کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ کبھی ایک مصرعے میں کچھ اعداد کا ذکر ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے مصرعے میں ان اعداد کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کبھی متواتر اعداد ہوتے ہیں ان کی کوئی معین صورت نہیں ہے۔ اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں؛

اب تو شش جہت تنگ ہے ہم پر

اس سے ہوتے نہ ہم دوچار اے کاش

اور

ایک دو تین چار پانچ چھ سات

آٹھ نو دس بس انشاء بس

صنعتِ ترصیع؛

یہ ایسی صنعت ہے جس میں شعر کے دو مصرعوں کے تمام ارکان باہم۔ ہم وزن۔ ہم سجع ہوں عموماً سجع کو نثر کی صنعت شمار کیا جاتا ہے۔ یا ایسے الفاظ جس کے آخیر آوازیں ایک جیسی ہوں جیسے یار۔ غار۔ انکار۔ افکار وغیرہ۔ اس کی یہ مثالیں ہیں؛

باصر ہیں یہ بصیر ہیں اہلِ وفا ہیں یہ

قادر ہیں یہ قدیر ہیں اہلِ سخا ہیں یہ

اور

صاحبِ تحقیق را جلوت عزیز

صاحبِ تخلیق را خلوت عزیز

صنعتِ ایہام؛

اس کے معنی وہم میں ڈالنا شاعر عموما! ایسے نفظ استعمال کرتا ہے جس میں شاعر قریب کے معنی کو سمجھتا ہے مگر شاعر کا مقصد معنی بعید کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ اس صنعت کی خوبصورت مثال ملاحظہ فرمائیں؛

شعلے جو اٹھے آتش رخسارِ یار کے

بالے کی مچھلیوں کو سمندر بنا دیا

صنائع معنوی؛

اس صنف میں صنائع لفظی کے بر عکس گہری سطحوں کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ اس میں معنوی حسن کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کی یہ اقسام ہیں۔ صنعتِ حسنِ تعلیل۔ صنعتِ لف و نشر۔ صنعتِ تضاد۔ صنعتِ سوال و جواب۔ صنعتِ تجنیس۔ صنعتِ جمع۔ صنعتِ تفریق۔ وغیرہ

صنعتِ حسنِ تعلیل؛

یہ صنایع معنی کی ایک اہم قسم ہے۔ حسنِ تعلیل کے لفظی معانی خوبصورت وجہ بیان کرنا۔ حسن خوبی۔ تعلیل۔ علت یا وجہ بیان کرنا مختلف عوامل یا اعمال یا چیزیں جو ظاہر ہوں ایک ان کی حقیقی علت ہوتی ہے۔ دوسری سائنسی علت ہوتی ہے۔ سائنس دان اس کو اور نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور شاعر اور نگاہ سے مثلاً

سجدہ شکر میں ہے شاخِ ثمر دار ہر اک

دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عز و جل

اب اس شعر میں شاخوں کا جھکنا تو فطرتی بات ہے۔ مگر شاعر نے شعر میں اپنی علت بیان کی ہے۔

صنعتِ لف و نشر؛

لف کا مطلب لپٹنا اور نشر کا مطلب کھولنا کسی ایک شعر میں کچھ الفاظ کو لپٹ کر بیان کرنا پھر دوسرے شعر میں ان الفاظ کو کھولنا یہ ایک مصرعے میں بھی ہو سکتا ہے اور دو میں بھی س کی تین اہم صورتیں ہیں۔ جن میں مرتب۔ غیر مرتب اور معلوس الترتیب شامل ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے۔

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار

گل جدا سرو جدا نرگس بیمار جدا

صنعتِ تضاد؛

یہ شاعری میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی صنعت ہے۔ اس میں دو متضاد الفاظ کو شعر میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو تکافو۔ طباق بھی کہتے ہیں مثال یہ ہے۔

ایک سب آگ ایک سب پانی

دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

صنعتِ سوال و جواب؛

یہ ایک ایسی صنعت ہے جس میں شعر کے اندر ہی سوال کیا جاتا ہے اور پھر شعر میں ہی جواب دیا جاتا ہے۔ خوبصورت مثال یہ ہے۔

کہا جاپان کو جائیں؟

کہا جاپان کو جاو۔

کہا اونٹ پر بیٹھیں؟

کہا اونٹ پر بیٹھو۔

کہاں کو ہاں کا ڈر ہے؟

کہا کو ہاں تو ہو گا۔

صنعتِ تجنیس؛

اس کے معنی ایک ہی جنس یا ایک ہی نوع کا ہونا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں جن میں تجنیسِ تام۔ تجنیسِ مرکب اور تجنیسِ مماثل شامل ہیں اس کی خوبصورت مثال ملاحظہ فرمائیں؛

قاتل نے لگایا نہ میرے زخم پہ مرہم

حسرت یہ رہی جی کی جی میں گئے مر ہم

صنعتِ جمع؛

یہ ایک ایسی صنعت ہے جس میں کسی وجہ یا حکم کی بدولت اشیا کو جمع کیا جاتا ہے۔ مثلاً

بوئے گل نالہ دل دودِ چراغِ محفل

جو تیری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

صنعتِ تفریق؛

یہ صنعت۔ صنعتِ جمع کے الٹ کام کرتی ہے۔ اس میں فرق بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے؛

تیرے سرو قامت سے اک قدِ آدم

قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہی

Simile and its Types – تشبیہ

تشبیہ کیا ہے؟

تشبیہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ ش۔ب۔ہ ہے۔ انگریزی میں اسکو سیمائل کہا جاتا ہے۔ اس کے پانچ ارکان ہیں۔ جن میں مشبہ۔ مشبہ بہ۔ وجہ تشبیہ۔ حرفِ تشبیہ اور غرضِ تشبیہ شامل ہیں۔ حواسِ خمسہ کے اعتبار سے اس کی پانچ اقسام ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

باصرہ

باصر سے مراد دیکھنا کے ہیں۔ تشبیہ باصرہ میں ایسی مماثلت کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔ جو کہ نظر سے متعلق ہو۔ جگنو۔ تتلی۔ پھول۔ چاند۔ سورج۔ سمندر۔ اور تمام مناظر اس میں شامل ہیں۔ اس کی خوبصورت مثال ملاحظہ فرمائیں۔

یوں برچھاں تھیں چار طرف اس جناب کے

جیسے کرن نکلتی ہو گرد آفتاب کے

سامعہ

سامعہ سے مراد سننا ہے۔ اس میں ایسی تشبیہ دی جاتی ہے جو سننے سے تعلق رکھتی ہو سائیں سائیں۔ سرور۔ کڑک۔ ٹک ٹک۔ باجا۔ رباب کا شمار اس میں کیا جاتا ہے۔۔ شاعر کا اندازِ تخیل ملاحظہ فرمائیں۔

پُر ہوں شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا

اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

شامہ

شامہ سے مراد سونگھنے کی حس ہے۔ لفظ سے ظاہر ہے کہ اس میں کس طرح کی تشبیہات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ختن۔ کستوری۔ شمیم اور دیگر خوشبوئیں اس میں شامل ہیں۔ اس کی عمدہ مثال ملاحظہ فرمائیں۔

گل کو محبوب ہم قیاس کیا

فرق نکلا بہت جو باس کیا

ذائقہ

اس میں شاعر حضرات اپنے ذوق کے مطابق تشبیہات کو حواسِ خمسہ کی اس صورت میں ڈھالتے ہیں۔ میٹھا۔ کھٹا۔ تلخ۔ شریں۔ کڑوا۔ کسیلا۔ مرچیلا، نمکین۔ حلاوت۔ ترش۔ قوتِ ذائقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ مثال طور پر۔

جو ٹی شراب اپنی مجھے مرتے دم تو دے

یہ آبِ تلخ شربتِ قند و نبات ہے

لامسہ

حواسِ خمسہ کی اس قسم میں تشبیہ کے دوران لمس کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ اور یہ حس حواس میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ ٹھنڈا ۔ گرم۔ سخت۔ نازک۔ ملائم۔ کھردرا وغیرہ لمس کی شناخت دیتے ہیں۔ مثلاً۔

نازوکی اس لب کی کیا کہیے

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

Urdu Alphabets – حروفِ تہجی

حروفِ تہجی کی تعریف و توضیع

اردو زبان حروفِ تہجی پر مشتعمل زبان ہے۔ تہجی سے مراد ہجے کرنا۔ الفاظ کے زیر۔ زبر کو الگ الگ ادا کرنا۔ حروفِ تہجی مفرد حروف اور انکی مقررہ ترتیب کرنے کا نام ہے۔ کیونکہ اردو حروفِ تہجی مختلف زبانوں سے مشتق ہے۔ جن میں عربی۔ فارسی۔ ایرانی ۔ہندی زبانیں شامل ہیں۔ اردو حروفِ تہجی کی درست تعداد پر ابھی تک کوئی متفقہ فیصلہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مختلف ناقدین نے اپنی تحقیق سے انکی تعداد بھی مختلف ہی بتائی ہے۔ شان الحق حقی نے تعداد 52 بتائی ہے جبکہ شمس الرحمان فاروقی کے مطابق 37 درست تعداد ہے۔

اردو حروفِ تہجی

ا ب پ ت ٹ ث ج چ

ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز س

ش ص ض ط ظ ع غ ف

ق ک گ ل م ن و

ہ ء ی ے

ردو حروفِ تہجی مختلف زبانوں سے مشتق ہے۔ جن میں عربی۔ فارسی۔ ایرانی۔ ہندی زبانیں شامل ہیں۔ اردو حروفِ تہجی کی درست تعدار کا تعین ابھی نہیں ہوا

اس میں الف۔ ب۔ ت۔ ث۔ ج۔ چ۔ ح۔ د۔ ذ۔ ر۔ ز۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ ع۔ غ۔ ف۔ ک۔ ل۔ م۔ ن۔ و۔ ہ۔ ء۔ ی عربی حروف ہیں۔ ان حروف کا تعلق عربی زبان سے ہے۔ جبکہ ٹ۔ ڈ۔ ڑ۔ ہندی کی وساطت سے اردو میں آئے اور ژ فارسی زبان سے اردو میں شامل ہوا۔ اسی طرح ق اور گ ترکی زبان کے اثر سے اردو زبان میں داخل ہوئے۔ اردو زبان میں دو چشمی ھ ہندی

زبان کی مرہونِ منت ہے۔جو دیگر حروف کی اضافت میں استعمال ہوتی ہے دو چشمی ھ کے ساتھ اردو حروفِ تہجی کی تعداد ملاحظہ فرمائیں

ا آ ب بھ پ بھ ت تھ ٹ ٹھ

ث ج جھ چ چھ ح خ د دھ

ڈ ڈھ ذ ر رھ ڑ ڑھ ز زھ

ژ ژھ س ش ص ض ط ظ ع غ

ف ق ک کھ گ گھ ل لھ م ن

و وھ ہ ء ی ے

اردو زبان میں دو چشمی ھ ہندی سے آئی ہے۔اسکو ہائے ملخوط بھی کہتے ہیں۔رشید حسن خان اس بارے یوں رقم طراز ہیں

ہائے ملخوط مستقل حرف کی حیثیت نہیں رکھتی یہ کسی حرف کے

ترکیبی جز کے طور پر شاملِ حرف ہوتی ہے۔اس ملخوط حرف کو

آپ مفرد حرف مانیں یا مرکب آواز سے تعبیر کریں؛ہاے ملخوط کی

آواز اس حرف کی آواز کا جز اور بھاری پیوند ہوتی ہے۔جیسے گھر۔

ادھار۔راکھ وغیرہ

ترکیبِ حروف

اس سے مراد ایک حرف کا دوسرے حرف سے ملنے کی صورت ہے۔عام طور سے اسکی تین صورتیں ہیں؛

ا۔ترکیبِ سابق ب۔ترکیبِ لاحق ج۔ترکیبِ طرفین

ترکیبِ سابق سے مراد حرف کا اپنے سے پہلے والے حرف سے ملنا ہے جیسے با میں الف کا ب سے ملنا۔ترکیبِ لاحق کا مفہوم ہے کہ حرف کا اپنے سے بعد والے حرف سے ملنا جیسے رنج میں ج کا ع اور ب سے ملنا اور ترکیبِ طرفین سے مراد یہ ہے کہ حروف کا اپنے دونوں اطراف سے یعنی اپنے سے پہلے والے اور بعد والے حرف سے ملنا جیسے عجب میں ج کا ع اور ب سے ملنا وغیرہ۔

Urdu Linguistics – لسانیات

زبان کیا ہے

ہم رات دن باتوں میں مصروف رہتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ اتنی باتیں کرنا ہم نے کہاں سے سیکھی اور ان باتوں کے لیے یہ بے شمار الفاظ کہاں سے آئے۔ایک وقت ایسا تھا جب کتاب کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ فنِ تحریر بھی ابھی عالمِ وجود میں نہ آیا تھا انسان کے پاس اپنے نطقی اظہار کے لیے نہ تو کوئی ذخیرہِ الفاظ موجود تھا اور نہ ہی ابلاغ کا کوئی اور راستہ۔۔۔۔لوگ اپنے اظہارِ خیال کے لیے اشاروں کا استعمال کرتے یا پھر معمولی یا۔ہے۔ہی۔ہو سے اپنے مقصد اور خیالات و جذبات کو بہم پہنچاتے مرورِ ایام کے ساتھ

لسانیات نے ترقی کی راہ پکڑی۔۔زبان کی ابتداء کا مسئلہ ہمیشہ سے ہی انسان کی دلچسپی کا مرکز رہا ہے اسی دلچسپی کے نتیجے میں انسان نے 'زبان' کو تخلیق کیا۔یہ ہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں ان گنت زبانیں بولی جاتی ہیں اور انسان کا سب سے زیادہ قابلِ تعریف کارنامہ 'زبان' ہی تصور کی جاتی ہے۔ارتقاء میں زبان کو 'مافوق الفطرت قوت، منروا، سرسوتی، ایتھنا، اور ثوث جیسے لقب ملے لیکن دنیا کی قدیم ترین کتاب ''رگ وید'' میں رقم کردہ ایک نغمیہ حمد کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حمد موجودہ دور کے لسانیاتی نظریات سے کافی حد تک قریب ہے اس نظم نے اُس عہد میں مروجہ الفاظ کی چھان بین اور ترتیب تدوین میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ حصہ لیا ہے اور یہ انکشاف بھی ملتا ہے کہ انسان اس دور میں زبان کو اپنی توہم پرست فطرت کی بنا پر قدرت کا کرشمہ شمار کرنے لگا

لسانیات کیا ہے

زبان کی اگلی کڑی لسانیات ہے۔لسانیات عربی کے لفظ لسان سے ماخوذ ہے اسکا مطلب زبان کا علم' اصطلاح میں لسانیات علم کی وہ قسم ہے جو زبان کی بنیاد' اصلیت اور اسکی ماہیت کا مطالعہ کرتی ہے اسکی پیدائش' دائرہ کار اور اس میں ردوبدل جیسے مسائل کو زیرِ بحث لاتی ہے لسانیات کہلاتی ہے ڈاکٹر حامد اللہ ندوی کچھ یوں رقم طراز ہیں

زبان کے مختلف پہلوؤں کا فنی مطالعہ لسانیات کہلاتا ہے زبان کا یہ فنی مطالعہ دوزمانی بھی ہو سکتا ہے اور ایک زمانی بھی' دوزمانی مطالعے کی حیثیت تاریخی ہوتی ہے جس میں کسی زبان کی عہد بہ عہد ترقی یا مختلف ادوار میں اسکی نشوونما کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ایک زمانی مطالعے کی حیثیت توضیحی ہوتی ہے جس میں ایک خاص وقت یا خاص جگہ میں ایک زبان جس طرح بولی جاتی ہے اسکا مطالعہ کیا جاتا ہے

لسانیات کی اہمیت

لسانیات ایک سائنس کا درجہ رکھتی ہے اس میں زبان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو کچھ انسان بولتا ہے اسکا مطالعہ مقصود ہوتا ہے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی کہ انسان کو کیسے بولنا چاہیئے لسانیات میں عارضی نتائج کی تصدیق کی جاتی ہے آج زبان' انسان کی انفرادی اور سماجی زندگی کی ایسی ضرورت بن چکی ہے کہ اس کے بغیر انسان کا تصور نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ تمام علوم زبان ہی کے سہارے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد نے زبان کی کیا خوبصورت محاکاتی تعریف بیان کی ہے

وہ اظہار کا وسیلہ کہ متواتر آوازاں کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے جنہیں تقریر یا سلسلہِ الفاظ

(یا بیان یا عبارت کہتے ہیں اسی مضمون کو شاعرانہ لطیفے میں ادا کرتا ہوں کہ زبان (خواہ بیان

ہوائی سواریاں ہیں جن میں ہمارے خیالات سوار ہو کر دل سے نکلتے ہیں اور کانوں کے رستے

اوروں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں۔۔۔ تقریر ہمارے خیالات کی زبانی تصویر ہے

جو آواز کے قلم نے ہوا پر کھینچی ہے

Kinds of Urdu Linguistics – لسانیات کی اقسام

لسانیات کی تعریف؟

لسانیات عربی کے لفظ لسان سے ماخوذ ہے۔ اس سے مراد زبان کا علم ہے۔ اصطلاح میں لسانیات علم کی وہ قسم ہے جو زبان کی بنیاد۔ اصلیت۔ اور اسکی۔ ماہیت۔ کا مطالعہ کرتی ہے۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے اس کی کچھ اس طرح تعریف کی ہے۔

لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے زبان

کی ماہیت۔ تشکیل۔ وارتقا۔ زندگی اور موت کے متعلق

آگاہی ہوتی ہے۔

لسانیات کی اقسام

لسانیات کی چار اہم اقسام یہ ہیں۔

ا۔صوتیات ب۔معنویات ج۔نحویات د۔مارفینیت

لسانیات کی تحقیق کے حوالے سے دو طرح کی تجربہ گاہیں ہو سکتی ہیں ایک باقاعدہ تجربہ گاہ دوسری کوئی بھی لسانی گروہ جہاں لوگوں کو بولتے ہوئے سنا جائے اور اس سنے ہوئے سے اخذ کیا جائے کہ آیا کسی علاقے ہیں لسانیات پر کیا تغیرات آئے ہیں۔

ا۔صوتیات

صوتیات لفظ صوت سے نکلا ہے اور صوت سے مراد آواز کے ہیں۔صوتیات لسانیات کی ایک ایسی صنف ہے جس میں آواز سے متعلق مطالعہ کیا جاتا ہے۔صوتیات بولنے کی چیز ہے اور اسکا تعلق وترانِ صوت سے ہے۔اس میں مختلف علاقوں کی اصوات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔بعض علاقوں کے وترانِ صوت درست نہیں ہوتے اور ان میں غلطی قدرتی طور پر وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔جیسے انڈیا اور انگلینڈ کے لوگوں کے وترانِ صوت پاکستان کے الفاظ کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔اگر یہ لوگ پاکستانی الفاظ کا استعمال کریں کے تو پھر تلفظ میں غلطی کریں گے۔جو کہ سننے میں بھلا نہیں لگے گا۔ہر صوتی کرشمہ زبان کے صوتی نظام کا پابند ہوتا ہے۔ہر شخص کا اعضائے صوت بچپن ہی سے ایک مخصوص زبان کی آوازوں۔ان کے تال میل۔تالیف وترکیب کی صورتوں کے عادی ہو جاتے ہیں ماہرینِ لسانیات نے صرفی۔نحوی۔اور معنویات کی تبدیلیوں کے مقابلے پر صوتی تغیرات کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔کیونکہ یہ زیادہ واضح ہوتے ہیں اور ان کی جانچ پڑتال زیادہ صحت کے ساتھ ہو سکتی ہے۔یہ تغیرات عموماً زیادہ باقاعدگی سے ملتے ہیں۔

نامیاتی یا تعمیری تبدیلی

صوتی تبدیلی کی وہ نوعیت جو کسی زبان کے سرمایہ کلمات یا اس کے معقول حصے میں باقاعدگی سے ملتی ہے۔ نامیاتی یا تعمیری تبدیلی کہلاتی ہے۔ مثلاً

دخیل الفاظ جو پراکرت کی وجہ سے ہند آریائی میں آئے اور جن کی اختتامیہ آواز۔ کی۔ کے بدل کر الف ہو جاتی ہے جیسے۔ کیٹک سے کیڑا۔ بھیک سے بھکشا۔ جبہا سے جیبھ وغیرہ

مشروط اور غیر مشروط صورت

کلمے کے کسی آواز کی تبدیلی آس پاس کی آوازوں کے زیرِ اثر بھی ہو سکتی ہے اور ان سے بے تعلق بھی۔ پہلی صورت مشروط اور دوسری غیر مشروط صورت کہلاتی ہے۔

اعضائے اصوات

انسانی آواز کی پیدائش میں مندرجہ ذیل اعضامل کر صوتی آلات کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ پھیپھڑے۔ حلقوم۔ بلعوم۔ حنضرہ۔ اعصابِ نطقی۔ منہ۔ ناک۔ تالو۔ زبان۔ دانت۔ اور ہونٹ وغیرہ۔ پھیپھڑے دھونکی کا کام کرتے ہیں اور یہ ہوا کے بہاو کو مطلوبہ دباو یا رفتار سے حلق میں گزرتے ہیں اور ایک تسلسل کو ضرورت کے مطابق قائم رکھتے ہیں۔ آواز کا اصل سرچشمہ حلق ہے۔ جس میں واقع اعصابی ریشے اس ہوا کے دباو سے متاثر ہو کر تھر تھرانے لگتے ہیں جس سے اس ہوا کے دباو سے ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور لفظ اصوات کی صورت سامنے آتے ہیں۔

ب۔ معنویات

معنویات کا دوسرا نام لغویات ہے۔ معنویات لفظ معنی سے ہے۔ جس سے مراد مفہوم جاننے کا ہے۔ لسانی تغیرات میں معنویات کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے۔ لغوی معنوی تبدیلی کے ذیل میں کلمے کا حوالہ ایک منظم اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مختلف زبانوں میں الفاظ کا کثرت سے اشتراک یا ان کے درمیان گہری مماثلت اور مطابقت ان میں باہمی لسانی رشتوں کی غمازی کرتی ہیں۔ لیکن الفاظ کا یہی گہرا اشتراک کسی سابق دور میں ان زبانوں کی حامل اقوام کے آباواجداد کے درمیان گہرے تہذیبی رشتے یا وسیع تجارتی

تعلقات کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے،۔فارسی اور ہنسپانوی میں عربی اور اردو برصغیر کے شمالی حصے کی دیگر زبانوں میں پرتگیزی عناصر کی موجودگی واضع ہے۔

مثالیں۔

وسطی انگریزی کا ماس بدل کر ماوس ہو گیا مگر مدلول وہی رہا۔ سنسکرت میں وردل نے جدید آریائی میں بادل کا بہروپ بھرا مگر معنی میں کوئی فرق نہ آیا۔

زبانوں کی معنویاتی تبدیلیوں کے سلسلے میں کلموں کے متروک ہوتے رہنے اور نئے کلموں کے جنم لیتے رہنے کے عمل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہر زبان کے ارتقائی سفر میں کچھ کلموں کا چلن کم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتے ہیں۔ جیسے میزان عربی میں ترازو کو کہتے ہیں لیکن اردو مین جمع کے معنی میں مستعمل ہے۔عمارت کو آبادی کے بجائے بڑے مکان کے معنی دیے۔غریب لفظ مسافر کے لیے تھا مگر اس کا مفہوم بلکل ہی بدل گیا ہے۔

ج۔نحویات

نحویات لفظ نحو سے ہے اس میں معنی و مفہوم کے لحاظ سے کلموں اور ان کی تبدیلیوں۔جملوں کی ماہیت۔ان جملوں میں کلموں کی ترتیب۔ مطابقت اور معنوی رشتوں کو موضوعِ بحث بناتے ہیں۔کلمے اور کلموں کے گروہ جن سے مکمل۔با معنی کلام ترتیب پاتا ہے یعنی مفرد اور مرکب جملے یہ حصہ علمِ نحو کہلاتا ہے۔اس میں جملوں کی ساخت کلموں کی ترتیب مطابقت اور ان کے باہمی رشتوں پر منحصر ہوتی ہے۔ گویا یہ جملے کے تین اصول بیان کرتے ہیں کلماتی ترتیب مطابقت اور نحوی رشتے جملے کا جزو ترکیبی بننے والا فقرہ کبھی کبھی خود بھی ایک مکمل جملہ ہو جاتا ہے۔

با معنی کلام یا جملہ ہی پوری بات یا خیال کے ابلاغ کا حق ادا کرتا اور زبان کی غرض وغائیت پوری کرتا ہے جملہ ہی کلام کا وہ بڑے سے بڑا ڈھانچہ ہے جس میں قواعدی عناصر اور ان کے زمروں کے باہمی تعلق کی بھرپور نمائندگی ہوتی ہے اس بدولت کلمے کے وہ سیاق و سباق سامنے آتے ہیں جن سے معنی کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ اس کو قواعدی تجزیے کی سب سے بڑی اور ساختیاتی توضیح کی اہم ترین سطح قرار دے سکتے ہیں۔

د۔ مارفینیات

یہ علم گرائمر کی گردان سے تعلق رکھتا ہے۔ لسانیات کی روسے گرامر بنیادی طور پر ناقابلِ تقسیم معنوی اکائی یا اقل ترین معنوی اکائی سے بحث کرتی ہے۔ اس اکائی کو مارفیم کے نام سے تعبیر کیا جایا ہے۔ اردو میں اس کے لیے معنیہ کی اصلاح بھی استعمال کی گئی ہے۔ مارفیم کی دو ہیتیں ہیں۔ بالذات اور تابع

بالذات ہیت خود ایک کلمہ ہے مگر پھر بھی مزید کلمے تشکیل کر سکتی ہے۔ تابع ہیت کسی نہ کسی اور کم از کم ایک مارفیم کے ساتھ یہ استعمال ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ گرامر ایک ایسا نظام ہے جو معنیوں اور ان کے باہمی رشتوں پر تعمیر کیا جاتا ہے۔ بالذات ہیت خود ایک کلمہ تشکیل کر سکتی ہے مگر تابع کسی نہ کسی اور مارفیم سے مل کر کلمہ تشکیل دیتی ہے۔ مختلف زبانوں میں معنیوں۔ کلموں اور فقروں کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔

مثالیں۔

اردو میں ایسا مزکر اسم جو الف یاہ پر ختم نہ ہوتا ہو مثبتدا کی حیثیت یا غیر فاعل کی حالت میں ہو تو واحد جمع دونوں صیغوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مرد آیا چار مرد آئے اچھے مرد آئے

بعض زبانوں میں غیر حقیقی جنس کا وجود نہیں جیسے جرمنی میں مزکر مونث اور لا جنس وغیرہ

لسانیات کی شاخیں

محمد حسین آزاد نے کس قدر خوبصورتی کے ساتھ علمِ لسانیات کی ہر شاخ پر وار کیا ہے علمِ لسانیات میں صوتیات' لغویات'نحویات اور مارفینیات خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ صوتیات لسانیات کی ایسی قسم ہے جس میں آواز سے متعلق بحث کی جاتی ہے اور اعضائے صوتی یعنی پھیپڑے' حلقوم' بلعوم' حنجرہ' اعصابِ نطقی' منہ' ناک' تالو' زبان' دانت' اور ہونٹ آواز کے اصل سرچشمے تصور کیے جاتے ہیں لغویات یا معنویات سے مراد مطالب اور مفاہیم جاننے کا ہے اس میں الفاظ کو انکے معانی کی مناسبت سے پرکھا جاتا ہے اس میں مرکبِ مترادفی' مرکبِ عطفی' مرکبِ نحوی' مرکبِ فاعلی یا مشتق مرکبات سے لفظوں پر بحث کی جاتی ہے۔ دوسری طرف علمِ نحویات میں کلموں اور ان کی تبدیلیوں' جملوں کی ماہیت' ان جملوں میں کلموں کی ترتیب' مطابقت اور معنوی رشتوں کو موضوعِ بحث بنایا جاتا ہے جبکہ علمِ مارفینیات علمِ گرائمر کی گردان سے متعلق ہے اردو میں اس کے لیے " معنیہ " کی اصطلاح بھی استعمال کی جاری ہے۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کے بقول

'لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریئے سے زبان کی ماہیت' تشکیل وارتقاء

زندگی اور موت کے متعلق آگاہی ہوتی ہے

زبان اور تغیرات

وقت کے ساتھ لسانیات میں رونما ہونے والے تغیرات کو بھی لسانیات میں زیرِ بحث بنایا جاتا ہے جیسے بولیوں کے باہمی فرق و امتیاز کو توہم آسانی سے محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہماری بولی یا زبانوں میں جو تغیرات ہوتے رہے ہیں انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں عموماً صوتی میڈیم پر غور نہیں کی جاتی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم وہ ہی زبان بول رہے ہیں جو ہمارے اجداد بولتے تھے مگر ایسا نہیں ہے زبان ایک مستقل حیثیت تو رکھتی ہے مگر اس میں ہونے والے تصرفات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا وقت کے ساتھ زبان بھی بدلتی ہے اور لسانیاتی اختلافات وسیع ہوتے جاتے ہیں جیسے الفریڈ کے دور کی انگریزی شیکسپئر کے زمانے تک ے سو سال میں خاصی بدل چکی تھی آج کا انگریز تو اس زبان کو اجنبی سمجھتا ہے۔ اردو زبان کی عمر کوئی اتنی لمبی نہیں مگر اس میں بھی صوتی'صرفی'اور معنویاتی تبدیلیاں

رونما ہوئیں ہیں باغ و بہار کی زبان کو آج کی زبان میں پرکھا جائے تو بہت سے ایسے الفاظ ملتے ہیں جو اب متروک ہو چکے ہیں غالب کے استعمال کردہ بہت سے الفاظ جدید اردو ادب کا حصہ نہیں بن سکتے جیسے: پوچھو ہو' آوے ہے' اودھر' گانو' پانو وغیرہ وغیرہ۔

Urdu Literature – اردو ادب

اردو ادب کے معنی؟

ادب کے اصطلاحی معنی شائستگی۔ تمیز۔ لحاظ۔ تہذیب اور علم زبان ہے اس کے علاوہ اس کے لغوی معنی تعظیم۔ تکریم۔ خوش اسلوبی۔ کسی زبان یا کسی موضوع پر وقیع۔ عمدہ۔ دل پسند تحریریں۔ نظم و نثر کی تخلیقات اور ان سے تعلق رکھنے والی تنقیدی یا تحقیقی انشائیں ادب کے زمرے میں آتا ہے۔ ادب کی اصطلاح فن کے ایک مقبول تخلیقی شعبے سے متعلق ہے لیکن مجلسی آداب۔ مہمان نوازی۔ تعلیم و تعلم۔ صرف و نحو اور زبان دانی کے مفاہیم بھی اسی میں شامل ہیں۔ کچھ عرصہ یہ اصطلاح منشی گری اور انشا نگاری کے لیے بھی رائج رہی ہے۔

اردو ادب کیا ہے؟

ادب کی مختلف ناقدین نے مختلف تعریفیں کی ہیں ابنِ خلدون نے ادب کو علم قرار دیا ہے۔ ادب وہ فنِ لطیف ہے جس کے ذریئے ادیب اپنے جذبات و افکار کو اپنے نفسیاتی و شخصی خصائص کے مطابق نہ صرف ظاہر کرتا ہے بلکہ الفاظ کے واسطے سے زندگی کے داخلی اور خارجی حقائق کی روشنی میں انکی ترجمانی کرتا ہے اور اپنے تخیل سے کام لے کر ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے کہ سامع اور قاری کا جذبہ و تخیل بھی تقریباً اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح خود ادیب کا اپنا تخیل اور جذبہ متاثر ہوتا ہے۔ اردو ادب میں علمِ معنی۔ علمِ بیان۔ علمِ بدیع۔ اصنافِ ادب اور علمِ عروض بھی شامل کیے جاتے ہیں۔ مائی کین نے ادب کے بارے یوں کہا ہے؛

قدرت نے انسان میں جو سرمدی صلاحیتیں ودیعت کی ہیں ان کا

اظہار ادب ہے

نیومین کا اندازِ تخیل ملاحظہ فرمائیں؛

اس کے مطابق زبان اور الفاظ کے ذریئے سے انسانی افکار

وخیالات اور محسوسات کے اظہار کو ادب قرار دیا ہے۔

میتھو آرنلڈ کا خیال ہے کہ

وہ تمام علم جو کتابوں کے ذریئے ہم تک پہنچتا ہے ادب ہے

میتھو آرنلڈ کی بیان کردہ تعریف درست نہیں کیونکہ اس کے مطابق تو معاشیات۔ سیاسیات۔ ریاضی کے تمام اصول و قواعد بھی ادب کا حصہ ہیں۔ بلکہار دو ادب میں ایسی تحریریں شامل ہیں جو ادبی لوازمات سے بھرپور ہوں۔ اور ادبی لوازمات میں علمِ بیان۔ اصنافِ ادب وغیرہ شامل ہیں۔ اس لیے اردو ادب اپنے مخصوص معنوں میں تخلیقی اسالیبِ اظہار یعنی ناول۔ ڈرامہ۔ شاعری۔ افسانہ اور انشائیہ سے متعلق ہے۔

Urdu Vowels – حروفِ علت

معنی و مفاہیم؛

حروف وہ کلمات ہیں جو نہ تو کسی کا نام ہوں اور نہ کسی مصدر سے بنے ہوں۔ بلکہ دوسرے کلمات سے مل کر معنی دیں۔ حروف کے بغیر اسم اور فعل بے کار ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ربط حروف پیدا کرتے ہیں۔ حروف کے معنی جگہ بدلتے رہنا کے بھی ہیں۔ علت لفظ علالت سے ہے۔ جس کے معنی وجہ بیان کرنا کے ہیں۔ حروفِ علت سے مراد ایسے کلمات ہیں جن سے کسی کام کا سبب بیان کیا جائے۔ بعض محققین کے مطابق حروفِ علت بیمار حروف کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان حروف کی ادائیگی آسان ہوتی ہے۔ اور

ایک بیمار انسان حالتِ بیماری میں بغیر کسی رکاوٹ کے یہ حروف ادا کر سکتا ہے۔اس لیے بھی ان حروف کو حروفِ علت کہا جاتا ہے۔بنیادی طور پر حروفِ علت تین ہیں۔الف۔و۔ی وغیرہ۔اردو گرائمر میں یہ کلمات کچھ اس طرح ہیں۔اس لیے۔بنابریں۔پس۔تاکہ۔سو۔کہ۔کیونکہ اور لہٰذا وغیرہ۔بعض ناقدین نے حرکات کو بھی حروفِ علت سے تعبیر کیا ہے۔

حروفِ علت کی وضاحت؛

بنیادی طور پر حروفِ علت تین ہیں الف۔واو۔ی۔اس کے علاوہ زبر۔زیر اور پیش بھی ان حروف کی آدائیگی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔یہ ایسے کلمات ہوتے ہیں جن کو حلق بغیر کسی رکاوٹ کے ادا کرتا ہے۔

الف؛

حروفِ تہجی میں الف کا نمبر ایک ہے اور ابجد کے حوالے سے دیکھا جائے تو بھی اس کا عدد ایک ہے۔یہ عربی کی وساطت سے اردو زبان میں آیا ہے۔اس کی دو اقسام ہیں۔الف مقصورہ اور الف ممدودہ۔الف مقصررہ سادہ الف کو کہا جاتا ہے۔بجکہ الف ممدودہ سے مراد مدوالا الف ہے۔اور اس الف کو تقطیع کے دوران دو سادہ الف کے برابر تسلیم کیا جاتا ہے۔یہ حروفِ علت کا پہلا حرف ہے جس کو بغیر کسی رکاوٹ کے ادا کیا جاسکتا ہے۔

واو؛

واو حروفِ علت کا ایک اہم رکن ہے علم الاعداد میں اس کا عدد چھ ہے۔اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔جن میں واو معروف۔واو مجہول۔واو عطفی اور واو معدولہ شامل ہیں۔معروف خوب کھل کر پڑھی جانے والی واو ہے جیسے خلوص۔خوب۔نور وغیرہ اسی طرح مجہول ایسی واو ہے جسے کھول کر نہیں پڑھا جاتا مثلاً زور۔شور۔اور وغیرہ واو عطفی ایسی واو ہے جو مفرد کلموں کو ملانے میں مدد دے جیسے جوش وخروش۔خوش وخرم وغیرہ واو اگر متحرک یہ ہو اس کے بعد۔ال۔کے ساتھ کوئی قمری حرف آئے تو وکی آواز نہیں نکلتی مثلاً ابوالکلام۔ابوالہول وغیرہ۔

ی؛

ی حروفِ علت میں شمار کی جاتی ہے اس کی تین اہم اقسام ہیں۔ یائے معروف۔ یائے مجہول۔ یائے معدولہ۔ یائے معروف ایسی آواز ہے جو کھل کر پڑھی جائے جیسے فقیر۔ قریب وغیرہ۔ یائے مجہول ایسی ی ہے جسے کھول کر پڑھا نہ جائے مثلاً دلیر۔ شیر وغیرہ اور یائے معدولہ ایسی ی ہے جسے بلکل نہیں پڑھا جاتا جیسے فی الجملہ۔ فی البدیہہ وغیرہ۔

اسم کی اقسام

اسم کیا ہے؟

اسم سے مراد کسی کا نام ہے یا وہ کلمہ جو کسی شخص۔ جگہ۔ چیز یا مقام کا نام ہو۔ جس میں زمانہ اور کام بیک وقت دونوں موجود نہ ہوں۔ اسم کہلاتا ہے۔

اسم کی اقسام؛

معنی کے لحاظ سے اسم کی دو اقسام ہیں جن میں اسم معرفہ اور اسم نکرہ شامل ہے۔

اسم معرفہ؛

یہ وہ اسم ہے جو کسی خاص۔ شخص۔ جگہ۔ چیز۔ مقام یا پھر کسی خاص کیفیت کو ظاہر کرے۔ اسم معرفہ کہلاتی ہے۔ اس کی آگے پانچ اقسام ہیں جن میں اسم علم۔ اسم ضمیر۔ اسم اشارہ۔ اسم موصول اور اسم منادی شامل ہیں۔

ا۔ اسم علم؛

وہ اسم ہے جو کسی شخص کی پہچان کے لیے علامت کا کام کرے۔ اس کی بھی آگے پانچ اقسام ہیں جن میں عرف۔ لقب۔ کنیت۔ تخلص اور خطاب شامل ہیں۔

ب۔ اسم ضمیر؛

یہ وہ اسم ہے جو کلام میں کسی دوسرے اسم کی جگہ پر آتا ہے جیسے عائشہ اچھی بچی ہے۔ وہ وقت پر اپنا کام کرتی ہے۔ اس سے سب پیار کرتے ہیں۔ یہاں ۔۔ وہ ۔۔ اور ۔۔ اس ۔۔ ضمیریں ہیں جو عائشہ کے بجائے استعمال ہوتے ہیں اور عائشہ ان کی مرجع ہے۔ اس کی مزید سات اقسام یہ ہیں؛ ضمیر شخصی۔ ضمیر موصولہ۔ ضمیر استفہامیہ۔ ضمیر اشارہ۔ ضمیر تاکیدی۔ ضمیر تنکیری اور ضمیر صفتی۔

ج۔ اسم اشارہ؛

وہ اسم ہے جو کسی چیز کے قریب اور دور ہونے کا تعین کرے۔ جس طرف اشارہ ہو اسے مشارہ الیہ کہتے ہیں۔ نزدیک کی شے کے لیے اشارہ قریب اور دور کی شے کے لیے اشارہ بعید ہے۔ اشارہ قریب کے لیے۔۔ اس۔ ادھر۔ یہ۔ یہی۔۔ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جبکہ اشارہ بعید کے لیے۔۔ اُس۔ اُدھر۔ وہ وہی۔ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

د۔ اسم موصول؛

وہ ناتمام اسم ہے جس کا مطلب پورے جملے کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا۔ جیسے جو کرے گا سو بھرے گا۔ اس میں جو کا لفظ اسم موصول اور وہ اسم ناقص ہے جو اپنے معنی خود نہیں دیتا بلکہ کسی جملے کے ساتھ مل کر دیتا ہے۔ چند مثالیں یہ ہیں؛ جو۔ جونسا۔ جتنا۔ جس نے۔ جس کو۔ جنہوں نے۔ جن کو۔ جو کچھ جہاں۔ جب وغیرہ

ہ۔ اسم مُنادیٰ؛

اس کے معنی بلایا گیا کے ہیں۔ صدا دی گئی۔ اس کے لیے ندا استعمال ہوتے ہیں جیسے ارے تم کیا کر رہے ہو۔ میں ارے حرفِ ندا ہے۔ اور تم ضمیر ہے۔ وغیرہ۔

اسم نکرہ؛

یہ وہ اسم ہے جس میں کوئی خصوصیت یہ ہو اور جو عام جگہ۔ چیز۔ شخص یا کیفیت کا نام ہو اس کی کل دس قسمیں ہیں۔ جن میں اسم ذات۔ اسم کنایہ۔ اسم استفہام۔ اسم صفت۔ اسم مصدر۔ اسم حاصل مصدر۔ اسم فاعل۔ اسم مفعول۔ اسم معاوضہ اور اسم حالیہ شامل ہیں۔

مجازِ مرسل اور اس کی اقسام

مجازِ مرسل کیا ہے؟

یہ علمِ بیان کی ایک اہم قسم ہے۔ جب لفظ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں اسطرح استعمال ہو کہ ان کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو بلکہ اس میں کوئی اور ہی تعلق پایا جائے اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں۔ استعارہ میں لفظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں ہوتے لیکن حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق پایا جائے تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔ جیسے روٹی کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس میں ایک روٹی مراد نہیں بلکہ روزگار مراد ہے تشبیہ کے علاوہ یہ تعلق کئی طرح سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً؛

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو، جز، مرگ، علاج

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے صبح ہونے تک

مجاز مرسل کی اقسام؛

مجاز مرسل کی کل چھ اقسام ہیں جو زیادہ استعمال ہوتی ہیں جن میں یہ شامل ہیں۔

جزو بول کر کل مراد لینا؛

اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں؛

سنگ پھینکے ہے مری قبر پہ گل کے بدلے

گالیاں دے ہے پسِ مرگ بھی قل کے بدلے

اسی طرح الحمد سورۃ فاتحہ کا نام ہے تو الحمد جزو ہو گا اور پوری سورۃ فاتحہ کے ساتھ دعائیں وغیرہ کل میں شمار کی جائیں گی۔اسی طرح اس نے کانوں میں انگلیاں رکھ لیں۔انگلیاں نہیں رکھی بلکہ ایک کان میں ایک انگلی کی ایک پور رکھی ہے۔

کل بول کر جز مراد لینا؛

جو لفظ کل کے لیے وضع کیا گیا ہو اسے جزو کے معنی میں استعمال کرنا جیسے میں نے قلم بازار سے خریدا میں بازار سے نہیں بلکہ ایک دکان سے خریدا ہے۔اس کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں؛

اور بازار سے لے آئے، اگر ٹوٹ گیا

ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے

سبب بول کر مسبب مراد لینا؛

سبب بول کر نتیجہ مراد لینا سے مراد یہ ہے جیسے دنیا میں جتنے بھی کام ہو رہے ہیں وہ کوئی نہ کوئی سبب کے باعث ہوتے ہیں مثلاً بادل خوب برسا یہاں بادل سبب اور برسات مسبب ہے۔۔اس طرح

پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی

ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

مسبب بول کر سبب مراد لینا؛

چولہا جلتا ہے اس کی ایک قسم ہے۔اور آگ جل رہی ہے آگ نتیجہ ہے کسی چیز کے جلنے کا تو آگ کسی ایندھن سے ہی جلے گی اور چولہا جل ریا ہے۔اس سے مراد چولہے میں ایندھن جل رہا ہے۔اشعار میں اس کی مثال یہ ہے۔

اس قدر کھایا تری فرقت میں غم

دل ہمارا زندگی سے سیر ہے

مظروف بول کر ظرف مراد لینا؛

سالن ڈھانپ دو، شربت لے آو، اور میرے لیے پانی لاوان میں سالن کا برتن، شربت کا برتن، اور پانی کا برتن مظروف بول کر ظرف مراد لیا ہے۔ اشعار میں اس کی مثال یہ ہے۔

یہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

ظرف بول کر مظروف مراد لینا؛

مثلاً فوارہ ابل رہا ہے۔ فوارہ سے مراد پانی ہے۔ فوارہ ظرف ہے اور پانی مظروف ہے۔ اور میں نے پانی کے دو گلاس پیئے مظروف مائعات ہے۔ انکو پکڑا نہیں جا سکتا۔ اشعار میں شاعر کا اندازِ تخیئل ملاحظہ فرمائیں؛

خون آنکھوں سے نکلتا ہی رہا

دل کا فوارہ اچھلتا ہی رہا

دیگر اقسام؛

مجازِ مرسل کی کچھ دیگر اقسام بھی ہیں جن میں؛ آلہ بول کر وہ چیز مراد لینا جس سے وہ آلہ بنا ہو، ماضی کی حالت سے موجودہ حالت مراد لینا، مستقبل کو موجودہ حالت سے تعبیر کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

آلہ بول کر وہ چیز مراد لینا جس سے وہ آلہ بنا ہو؛

اس کی ایک خوبصورت مثال اشعار کے سانچے میں کچھ ہوں ہے؛

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ

ہندستان میں دھوم ہماری زباں کی ہے

یہاں پر زبان آلہ ہے۔ لیکن مراد بولی ہے جو منہ والی زبان سے بولی جاتی ہے۔

ماضی کی حالت سے موجودہ حالت مراد لینا؛

مثال ملاحظہ فرمائیں؛

الٰہی کیا کیا تو نے عالم میں تلاطم ہے

غضب کی ایک مشتِ خاک زیرِ آسمان رکھ دی

مستقبل کو موجودہ حالت سے تعبیر کرنا؛

مثلاً زیرِ تربیت ڈاکٹر کو ڈاکٹر صاحب کہنا۔

بیزار ہیں سب ایک بھی شفقت نہیں کرتا

سچ ہے کوئی مردے سے محبت نہیں کرتا

یہ قول حضرت فاطمہ صغٰری کا ہے جو بیمار تھیں انہوں نے جود کو مردہ کہا۔

غزل کی تعریف اور ارتقا

غزل کا ارتقاء؛

غزل عربی زبان کا لفظ ہے۔ عربی قصیدے کا پہلا حصہ تشبیب فارسی میں قصیدے سے الگ ہو کر غزل کے روپ میں جلوہ نما ہوا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ غزل پہلے عربی زبان سے فارسی میں آئی اس کے بعد فارسی سے اردو تک کا سفر اس نے امیر خسرو کے عہد میں ہی کر لیا۔ پھر اردو میں غزل واحد صنفِ سخن ہے جو غمِ جاناں، غمِ ذات اور غمِ دوراں کو تخلیقی اظہار دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ ایک ایرانی صنف ہے جو فارسی کے ساتھ ہندوستان میں رونما ہوئی اور اب اردو میں مقبول ہے۔

غزل کی تعریف؛

غزل ایک مقبول ترین صنفِ شاعری ہے۔ اس کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنا۔ یا پھر عورتوں کے متعلق باتیں کرنا ہیں۔ ہرن کے بچے کے منہ سے نکلنے والی درد بھری آواز کو بھی غزل کا نام دیا جاتا ہے۔ قیس رازی نے العجم میں غزل کے سلسلے میں یہ نشاندہی کی ہے کہ لفظ غزل دراصل غزال سے ہے۔ ڈاکٹر سٹن گاس نے کہا ہے کہ غزل سے مراد سوت کاتنے کے ہیں۔

غزل کی تشریح و توضیح؛

ہیت کے لحاظ سے غزل ایک ایسی صنفِ سخن ہے جو چند اشعار پر مشتمل ہو۔ اس کا ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے۔ ردیف نہ ہونے کی صورت میں ہم قافیہ ہوتا ہے۔ پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں مطلع جبکہ آخری شعر جس میں تخلص اسرعمال ہوتا ہے مقطع کہلاتا ہے۔ غزل کا ہر شعر ایک مستقل اکائی کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس کے ہر شعر میں الگ ہی مفہوم باندھا جاتا ہے۔ بعض اوقات ایک پوری غزل بھی ایک مضمون پر مبنیٰ ہو سکتی ہے۔ غزل ایک بحر میں لکھی جاتی ہے۔

غزل میں تین اہم کردار خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ جس میں عاشق، محبوب اور رقیب شامل ہیں۔ شاعر ہمیشہ اپنے محبوب کے حسن و جمال کی عکاسی کرتا نظر آتا ہے۔ پھر اس کے بعد اپنے محبوب کے ظلم و ستم پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ اور بعد ازاں اپنے رقیب کو بھی برا بھلا کہ جاتا ہے۔ شاعر یہ تمام صورتِ حال ایک خاص ترتیب سے بیان کرتا ہے۔ جیسے ایک شعر میں اگر محبوب کے حسن کی کیفیت بیان کر دی جاتی ہے تو دوسرے شعر میں ظلم و ستم اور تیسرے میں ہجر کا دکھ بیان کیا جاتا ہے۔ اس طرح دل کے جذبات کا اظہار، ہجر و وصال کی کیفیت، شکایت زمانہ، تصوف اور حقیقت و عرفان کے موضوعات سے بحث کی جاتی ہے۔ غزل کا دائرہ وسیع

ہے اس میں آج کے دور میں ہر طرح کا موضوع ڈالا جا سکتا ہے۔ اور اقبال کی شاعری میں تو غزل نے ایک نئی اکائی کی صورت جنم لیا ہے۔ آج کے دور میں بھی اس میں درخشاں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ حالیؔ نے کیا خوب کہا ہے۔

ہے جستجو خوب سے خوب تر کہاں

اب ٹھیرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں

غزل اور نظم میں کیا فرق ہے؟

پس منظر؛

یوں تو اردو غزل، نظم کی موضوع کے لحاظ سے ایک قسم تصور کی جاتی ہے۔ آج کے دور میں اردو نظم نے غزل پر فوقیت پا لی ہے۔ اردو غزل کی جڑ قصیدے سے ملتی ہے اور قصیدے کو بھی اصنافِ نظم میں شامل کیا جاتا ہے۔۔ جبکہ آزاد نظم غزل کہ ہی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ ان دونوں اصناف نے مختلف ڈھنگ سے جینا سیکھا جس کی وجہ سے دورِ جدید میں ان کے درمیان بہت فرق دیکھنے کو ملتا ہے۔

غزل کیا ہے؟

غزل سے مراد عورتوں سے باتیں کرنا یا پھر عورتوں کے متعلق باتیں کرنا ہیں۔ ہرن کے بچے کے منہ سے نکلنے والی آواز کو بھی غزل کا نام دیا گیا ہے۔ غزل وارداتِ قلبی کو اشعار کی صورت بیان کرنے کا نام ہے۔ اس میں محبوب۔ عاشق اور رقیب تین اہم کردار ہوتے ہیں۔ غزل کے ہر شعر کا موضوع الگ ہوتا ہے۔ اور ایک پوری غزل بھی ایک موضوع پر باندھی جا سکتی ہے۔ غزل چونکہ اظہارِ عشق کا نام ہے تو اسی مناسبت سے اس میں نرم و نازک الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

نظم کیا ہے؟

نظم ایک شعری اصطلاح ہے۔اس کے معنی پرونا، ترتیب دینا، تشکیل دینااور انتظام کرنا کے ہیں۔یہ شاعری کی ایک منظم صورت ہوتی ہے۔کسی بے ترتیب اور بکھرے ہوئے مواد کو موزوں اور مرتب شکل میں پیش کرنا نظم کہلاتا ہے۔ نظم میں زندگی کے ہر پہلو کو بیان کیا جاتا ہے۔اس کی کئی اقسام ہیں جن میں نظمِ معریٰ۔ آزاد نظم۔واسوخت۔شہر آشوب۔سانٹ۔ہائیکو وغیرہ شامل ہیں۔

نظم اور غزل میں بنیادی فرق؛

ان دونوں میں بنیادی فرق بیان کرنے کے لیے یہ مثال کافی ہے کہ نظم ایک کُل کا نام ہے جبکہ غزل اس کا ایک جزو تصور کیا جاتا ہے۔ نظم کے تمام اشعار ایک ہی موضوع پر احاطہ کرتے ہیں اور انہی کی مناسبت سے اس نظم کو عنوان دیا جاتا ہے۔ہر شعر کا تعلق نظم کے اگلے شعر سے ہوتا ہے۔ نظم کو مسدس، مثلث، ہائیکو اور سانٹ وغیرہ کی صورت لکھا جاتا ہے۔اس میں زبان پاکیزہ شستہ اور بلیغ الفاظ والی استعمال ہوتی ہے۔۔ نظم کا مقصد صرف اصلاح ہوتا ہے۔ نظم غزل کی نسبت ایک وسیع صنف ہے۔غزل نظم کی ہی ایک شاخ ہے۔اس میں شاعر دل کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ہر شعر میں اپنا ایک الگ موضوع ملتا ہے۔غزل کو عنوان کے بغیر لکھا جاتا ہے۔

ماحصل؛

غزل نظم کی ایک ایسی شاخ ہے جس میں وارداتِ قلبی کا ذکر ملتا ہے۔جبکہ نظم ایک وسیع صنفِ ادب ہے۔ نظم کو موضوعات کے حوالے سے مختلف اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے جس میں واسوخت۔ قصیدہ۔ شہر آشوب۔ مرثیہ۔شامل ہیں۔

نظم اور اس کی اقسام

نظم منظم کلام کا نام ہے۔ نظم کے معنی پرونا کے ہیں۔یہ شاعری میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔یہ ایک وسیع اصطلاح ہے اس کی بے شمار اقسام ہیں۔

نظم کی اقسام بلحاظ موضوع؛

نظم کی موضوع کے لحاظ سے نو اقسام ہیں جن میں درج ذیل شامل ہیں؛

حمد؛

وہ نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے اللہ کی صفات اس کی عظمت کا ذکر کیا گیا ہو۔ یہ نظم کسی بھی ہیت میں ہو سکتی ہے۔ اس کی خصوصیات میں یہ باتیں شامل ہیں کہ حمد رسمی نہ ہو بلکہ یہ عشقِ الہٰی میں ڈوب کر لکھی جائے۔ ہر لفظ ادب و احترام سے بھرا ہوا ہو۔ شاعر کا لہجہ عاجزانہ ہو۔ زبان پاکیزہ اور شستہ و بلیغ الفاظ والی استعمال کرتا ہو۔ آخری اشعار میں مغفرت اور امت کی بھلائی کے لیے دعا کی گئی ہو۔

نعت؛

یہ بھی نظم کی ایک اہم قسم ہے اس میں حضور ﷺ کی ذات، صفات اور اخلاق کی تعریف کی جائے وہ نعت کہلاتی ہے۔ موضوع کی وسعت کے پیشِ نظر کسی بھی ہیت میں لکھی جا سکتی ہے۔ نعت کے لیے چند صفات کا ہونا لازمی ہے۔ حمد اور نعت کے درمیان حدِ فاصل ہونا ضروری ہے۔ نعت عشقِ رسول میں ڈوب کر لکھی جائے۔ زبان پاکیزہ اور الفاظ آپ ﷺ کے مرتبے کے مطابق ہوں۔ لہجے میں عقیدت اور محبت ہو۔ نعت پر سوز اور پر تاثیر ہو۔

غزل؛

غزل عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی عورتوں کی باتیں کرنا یا پھر عورتوں کے متعلق باتیں کرنا کے ہیں۔ اس میں شاعر حضرات اپنے دل کی باتیں شاعری کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔

قصیدہ؛

یہ عربی کے لفظ قصد سے ہے۔ قصد سے مراد مشق ہے جس کے معنی ارادہ کے ہیں۔ چونکہ قصیدے میں شاعر ارادتاً کسی شخص کی تعریف وتوصیف میں اشعار کہتا ہے۔ اس لیے اسے قصیدہ کہتے ہیں۔ اس کے دوسرے معنی مغز کے ہیں۔ یہ دیگر اصناف میں وہی حثیت رکھتا ہے جو جسم میں دیگر اعضا کے ساتھ مغز کو حاصل ہے۔ اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں۔ مطلع۔ تشبیب۔ گریز۔ مدح۔ حسنِ طلب اور دعا

مرثیہ؛

مرثیہ عربی زبان کے لفظ رثا سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی مرنے والے کی تعریف اور توصیف کے ہیں۔ اصطلاح میں اس صنفِ سخن کو کہتے ہیں جس میں مرنے والے کی تعریف کی جائے۔ عربی کی قدیم شاعری میں شعرا اپنے عزیزوں کے مرثیے کہتے تھے۔ دکن میں اس کا آغاز ہوا۔ اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں۔ چہرہ۔ سراپا۔ رخصت۔ آمد۔ رجز۔ جنگ۔ شہادت۔ بین۔ دعا وغیرہ

شہر آشوب؛

اس کے معنی شہر میں فتنہ وہنگامہ یا شہر میں فتنہ برپا کرنے والے کے ہیں۔ اصطلاح میں وہ نظم جس میں شہر کے اور شہر کے لوگوں کے حالات کا ذکر ہو۔ اس کے لیے کوئی خاص ہیت مقرر نہیں۔ ہر ہیت میں شہر آشوب لکھے جاسکتے ہیں۔

واسوخت؛

یہ وہ نظم ہے جس میں بیزاری، روگردانی اور تنفر کا اظہار کیا جاتا ہے۔ واسوخت مسدس یا مثمن کی ہیت میں عام طور پر لکھی جاتی ہے۔ لیکن کبھی کبھار کوئی اور صنف بھی استعمال کی جاتی ہے۔

پیروڈی؛

یہ لفظ پیروڈیا سے بنا ہے جس کے لغوی معنی تحریف کے ہیں۔ اصطلاح میں وہ صنف ظرافت ہے جس میں کسی نظم یا نثر کی نقل اتاری گئی ہو۔ خیالات کو بدل دیا گیا ہو جس سے مزاحیہ تاثرات پیدا ہو گئے ہوں۔ بعض اوقات حرف اور حرکت کی تبدیلی سے بھی پیروڈی ہو جاتی ہے۔

گیت؛

گیت ہندی سے آیا ہے۔ یہ گانے کی چیز ہے اور موسیقی سے اسکا گہرا تعلق ہے۔ اس میں سر تال کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس میں اظہارِ محبت گا کر کیا جاتا ہے۔ اس کا لہجہ دھیما اور نسائی ہوتا ہے اس کی کوئی خاص ہیت مقرر نہیں۔

ہجو؛

وہ نظم جس میں کسی کی مذمت کی جائے اس کے لیے کوئی بھی شکل رباعی، قطعہ، قصیدہ، مثنوی، مخمس، مسدس استعمال کی جاتی ہے۔

نظم کی اقسام بلحاظ ہیت؛

اردو نظم کو ہیت کے حوالے سے بہت سے شعراء نے پرکھا ہے۔ ہیت کے لحاظ سے اس کی بہت سی اقسام ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

مثنوی؛

مثنوی کا لفظ مثنیٰ سے ہے۔ جس کے معنی دو کے ہیں۔ اصطلاح میں یہ ایک ایسی نظم ہوتی ہے جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اور ہر شعر کے بعد قافیہ بدل جائے۔ یہ صنف طویل کہانیوں پر مبنیٰ ہوتی ہے اس کو داستان کی شعری صورت کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ اس میں ہر طرح کا موضوع بیان کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں۔ ربط و تسلسل، حسن ترتیب، وضاحت بیان، جزیات نگاری، کردار، سچائی، فطری پن، زبان و بیان وغیرہ شامل ہیں۔

فرد؛

فرد کسی بھی شاعر کا ایسا شعر ہوتا ہے جو کسی بھی نظم یا غزل کا حصہ نہیں ہوتا فرد کہلاتا ہے۔

دوہا؛

یہ دو مصرعوں پر مبنیٰ ایسی چھوٹی نظم ہوتی ہے جس میں مکمل موضوع بیان کر دیا جاتا ہے۔ یہ غزل کے مطلع کی طرح ہم قافیہ ہوتی ہے۔

مثلث؛

وہ نظم جس کا ہر بندھ تین مصرعوں پر مشتمل ہو مصرعوں کے قافیوں اور ردیف کی ترتیب شاعر کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے۔

رباعی؛

رباعی کے معنی ربع یعنی چار کے ہیں۔ اس کے چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔ اس کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے آپس میں ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ قافیہ کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔

قطعہ؛

اس کے مغوی معنی ٹکڑا کے ہیں۔ اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں کسی خیال یا واقع کو مسلسل بیان کیا جاتا ہے۔ اس میں مطلع ہونا ضروری نہیں اس میں ہر شعر میں قافیہ اور ردیف کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔ موضوع کی اس میں کوئی قید نہیں ہوتی۔ قطعہ کم از کم دو شعروں کا ہوتا ہے۔

مخمس؛

جس نظم کے تمام بندھ پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوں وہ مخمس کہلاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

مسدس؛

وہ نظم جس کا ہر بندھ چھ مصرعوں پر مشتعمل ہوتا ہے۔

طنز و مزاح اور اس کی اقسام

طنز اور مزاح اردو ادب میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی بدولت معاشرے کے بگاڑ کو خوش اسلوبی کے ساتھ سلجھایا جاتا ہے۔ طنز اور مزاح دو ایسے نشتر ہیں جو کسی انسان پر وار تو کرتے ہیں مگر اس وار سے کوئی تیکھا زخم نہیں لگتا۔ طنز اور مزاح دو الفاظ پر مشتعمل ایک ترکیب سے مگر ان دونوں کے معنی بلکل مختلف ہیں۔ مگر پھر بھی انکا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

طنز اور مزاح کی تعریف؛

طنز کے معنی ہیں رمز اور طعنہ کے ساتھ بات کرنا جبکہ مزاح سے مراد ظرافت اور مذاق کے ہیں۔ مزاح کسی خامی، بے تکے پن پر خوش دلی کے ساتھ ہسنا ہے۔ اس میں تلخی غم اور غصے کا دخل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس طنز کا مقصد اصلاح ہوتا ہے اور اس میں معاشرے کی کسی برائی کو مزید برا بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ لوگ اس سے نفرت کریں۔

طنز و مزاح کی اقسام؛

اس میں کوئی شک نہیں کہ مزاح پیدا کرنے کے لیے ذہانت ضروری ہوتی ہے۔ مگر جب تک کسی کو انکی اقسام کا علم نہ ہو تو پھر ذہانت بھی کسی کام نہیں آتی۔ اس کی اقسام ایک طرح سے مزاح پیدا کرنے کے آلے ہیں۔ اس کی بے شمار اقسام درج ذیل ہیں۔

ا۔ موازنہ و تضاد

ب۔ ضلع جگت

ج۔ پھبتی

د۔ تحریف

ہ۔استہزا

و۔تعریض

ز۔ تخریب ونشتریت

ح۔ ہجو

ط۔رمز

ی۔شوخی

ک۔فارس

ل۔تقلیبِ خندہ آور

م۔مطائبات

ن۔ہزل پن،عامیانہ پن، پھکڑ پن

س۔گالی گلوچ

ع۔ٹھٹول مزاق

ف۔عریانی وفحاشی

ص۔مبالغہ آرائی

ق۔بذلہ

ر۔ معاصرانہ نوک جھونک

ش۔ لعن طعن

ت۔ مسخرہ پن

خ۔ تنگ نظری

ث۔ ابتذال

خ۔ سٹھنی

ذ۔ کارٹون

ض۔ زبان وبیان کی بازی گری / لفظی شعبدہ بازی

اس قسم کی مزید ذیلی اقسام بھی ہیں۔ اس کی بدولت اعلیٰ پائے کا مزاح پیدا کیا جاتا ہے اقسام ملاحظہ فرمائیں؛

تکرارِ لفظی، قول محال، رعائیتِ لفظی۔ تشبیہات، استعارات، مضحکہ خیز املاء سے مزاح کی تخلیق، خود پر طنز کر کے مزاح پیدا کرنا، مزاحیہ صورتِ حال یا صورتِ واقعہ، مزاحیہ کردار، اشعار کا بے تُکا استعمال، لفظی الٹ پھیر اور جدت طرازی وغیرہ شامل ہیں۔

فعل اور اس کی اقسام

فعل کی تعریف؛

فعل وہ کلمہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا ہونا یا سہنا زمانے کے لحاظ سے پایا جائے۔ فعل کو سمجھنے کے لیے منصف خان سحاب نے اس کی کچھ یوں درجہ بندی کی ہے؛

فعل کی اقسام بلحاظ معنی

فعل کی اقسام بلحاظ اثبات و نفی

فعل کی اقسام بلحاظ فاعل

فعل کی اقسام بلحاظ زمانہ

فعل کی اقسام بلحاظ بناوٹ

فعل کی اقسام؛

فعل کی درج ذیل اہم اقسام ہیں اس کی مختلف صورتیں ہیں پھر انکو ذیلی شاخوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

فعل کی اقسام بلحاظ معنی؛

معنی کے لحاظ سے فعل کی دو اقسام ہیں؛ جن میں فعل لازم اور فعل متعدی شامل ہیں۔ فعل لازم وہ فعل ہے جو صرف فاعل کے لیے ہو جیسے ناصر آیا۔ اور متعدی فعک ایسا فعل ہے جو فاعل اور مفعول دونوں کو چاہیے مثلاً علی نے کھانا کھایا وغیرہ۔

فعل کی اقسام بلحاظ اثبات و نفی؛

اثبات و نفی کے لحاظ سے فعل کی دو اقسام ہیں۔ جن میں مثبت فعل اور منفی فعل شامل ہیں۔ مثبت فعل میں کسی کام کے ہونے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ جیسے وہ کھانا کھاتا ہے میں نے کتاب پڑھی تھی۔ جبکہ منفی فعل میں کام کے نہ کرنے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ مثلاً سودا کا شعر ہے؛

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

فعل کی اقسام بلحاظ فاعل؛

فاعل کے لحاظ سے بھی فعل کی دو ہی اقسام ہیں۔ جس میں فعل معروف اور فعل مجہول شامل ہیں۔ معروف وہ فعل ہے جس کس کا مزکور معلوم ہو جیسے؛

اک یہاں جینے سے بیزار ہمیں ہیں یارب

یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں

فعل مجہول میں فاعل معلوم نہیں ہوتا اس کی بھی یہ قسم مثال کی صورت درج ذیل ہے؛

کاش اک جام بھی سالک کو پلایا جاتا

اک چراغ اور سر راہ جلایا جاتا

فعل مجہول کی دو مزید ذیلی اقسام میں مجہول لفظی اور مجہول معنوی شامل ہیں۔

فعل کی اقسام بلحاظ زمانہ؛

زمانہ کے لحاظ سے فعل کی تین اقسام ہیں۔ جن میں فعل ماضی۔ فعل حال اور فعل مستقبل شامل ہیں۔ فعل ماضی میں فعل کی نشاندہی گزرے ہوئے زمانے میں ہوتی ہے جیسے؛

سرہانے میر کے آہستہ بولو

ابھی ٹک روتے روتے سو گیا

فعل حال وہ زمانہ ہے جس میں فعل کی نشاندہی موجودہ زمانے میں پائی جائے مثلاً؛

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ

مجھ کو غصے پر پیار آتا ہے

وہ فعل جس میں فعل کا واقع ہونا آنے والے زمانے میں پایا جائے جیسے؛

زندگی میری آہنگ بقا ہو جائے گی

یوں جیوں کا مجھ سے قانون فنا شرمائے گا

فعل کی اقسام بلحاظ بناوٹ؛

بناوٹ کے لحاظ سے اس کی چھ اقسام ہیں جن میں فعل ماضی، فعل حال، فعل مضارع، فعل امر، فعل نہی اور فعل مستقبل شامل ہیں۔

علم نحو

علم نحو کیا ہے؟

نحو وہ علم ہے جس میں اجزائے کلام کی صحیح ترتیب، ترکیب، اور تعلقات باہمی کے متعلق تحقیق کی جاتی ہے۔ مختلف کلمات کے باہمی ربط و تعلق کا پتا چلتا ہے۔ ان کے جاننے سے انسان کلام میں غلطی نہیں کرتا۔ علمِ نحو کہلاتا ہے۔

کلام سے کیا مراد ہے؟

کلام سے مراد یہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ کلمات ترتیب پائیں تو اسے مرکب کہتے ہیں۔ اس کی دو اقسام ہیں جن میں مرکب تام اور مرکب ناقص شامل ہیں۔ مرکب تام ایسا جملہ یا مفید مرکب ہے جس کو سن کر پورا مطلب سمجھ میں آجاتا ہے۔ جبکہ مرکب ناقص کو سننے سے پورا جملہ سمجھ میں نہیں آتا۔ مثلاً میرا دوست، ٹھنڈا پانی وغیرہ۔

کلام کی ذیلی اقسام؛

مرکب ناقص کی درج ذیل اقسام ہیں؛

مرکب استثنائی، مرکب اشاری، مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب امتزاجی، مرکب جاری، مرکب بدلی، مرکب ذوالحال، مرکب موضوع، مرکب ظرفی، تابع مہمل، عطف بیان و مبین، مرکب تاکیدی، مرکب عددی، مرکب تمیزی، مرکب عطفی۔

مرکب استثنیٰ؛

وہ مرکب ہے جو استثنیٰ اور مستثنیٰ منہ سے مل کر بنے اور ان کے درمیان میں حرف استثنیٰ واقع ہو۔ مثلاً شاہد کے سوا سب لڑکے۔ اس جملے میں شاہد مستثنیٰ اور لڑکے مستثنیٰ منہ اور حرف سوا حرف مستثنیٰ ہے۔

مرکب اشاری؛

وہ مرکب ہے جو اشارہ اور مشارالیہ سے مل کر بنے۔ جیسے یہ میز وہ کرسی وغیرہ۔

مرکب اضافی؛

وہ اسموں کے درمیان ایک معمولی سا تعلق پایا جاتا ہے اس تعلق کو اضافت کہتے ہیں۔ اضافت کی بے شمار اقسام ہیں جن میں اضافت ابنی، اضافت استعارہ، اضافت بیانی، اضافت بہ ادنٰی تعلق، اضافت تخصیصی، اضافت تشبیہی، اضافت تملیکی، اضافت توضیحی، اضافت توصیفی، اضافت ظرفی، وغیرہ شامل ہیں۔

مرکب امتزاجی؛

وہ اسم ہے جو دو اسموں سے مل کر بنے۔ مثلاً اعظم گڑھ، ایبٹ آباد محمد حسین وغیرہ۔

مرکب بدلی؛

وہ مرکب جو بدل اور مبدل منہ سے مل کر بنے۔ ان میں سے ایک اصلی غرض ہو اور دوسرے بالکل غرض نہ ہو۔ جیسے انور کا چچا، یہاں انور کا چچا بدل ہے اور سلطان مبدل منہ ہے۔

تابع موضوع؛

وہ مرکب جس میں ایک با معنی لفظ محاورے کے مطابق بے معنی لفظ استعمال کیا جائے۔ کبھی تابع موضوع، مبتوع سے پہلے آتا ہے۔ مثلاً رگڑا، جھگڑا وغیرہ۔

تابع مہمل؛

وہ مرکب ہے جس میں ایک با معنی لفظ کے بعد محاورے کے مطابق مہمل لفظ استعمال کیا جائے۔ مثلاً دانہ دنکا، اس میں دانہ متبوع ہے اور دنکا تابع مہمل ہے۔

مرکب تاکیدی؛

وہ مرکب ہے جو تاکید اور موکد سے مل کر بنے۔ ان میں سے کلمہ دوسرے کی تاکید کرتا ہے۔ اس کا ذکر حرف تاکید میں ہم کر چکے ہیں۔ مثلاً سب عورتیں، اس میں سب حرف تاکید ہے اور عورتیں موکد ہیں۔

مرکب تمیزی؛

وہ مرکب ہے جو تمیز اور میمز سے مل کر بنے۔ مثلاً دس کلو گندم، پانچ میٹر کپڑا وغیرہ

ردیف اور قافیہ میں فرق

ردیف اور قافیہ دراصل شعری اصطلاحات کے اجزاء ہیں۔ ان کے بغیر صنفِ نظم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح شاعری میں بحور اور زمیں خاص اہمیت کی حامل ہیں بالکل اسی طرح ردیف اور قافیہ اصنافِ نظم کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہیں۔ ان کے بغیر نظم، نظم نہیں لگتی اور ان کے بغیر اصنافِ نظم میں ترنم بھی پیدا نہیں ہوتا۔

قافیہ لفظ قفو سے ہے جس کے معنی پیروی کرنے کے اور پیچھے آنے والے کے ہیں۔ اردو ادب میں قافیہ ایسے الفاظ کو کہا جاتا ہے جو اشعار میں الفاظ کے ساتھ غیر مسلسل طور پر آخر میں بار بار آتے ہیں۔ یہ الفاظ بعض وقت غیر ضروری معلوم ہوتے ہیں مگر ہٹا دیئے جانے پر بھی خلا پیدا کر جاتے ہیں۔ اس لیے ترنم اور تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے قافیہ کا استعمال لازم و ملزوم تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ فرمائیں؛

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے

آخر اس درد کی دوا کیا ہے

مندرجہ بالا شعر میں۔ ہوا۔ اور۔ دوا۔ قوافی ہیں۔

ردیف کے معنی گھڑ سوار کے پیچھے بیٹھنے والے کے ہیں۔ شعری اصطلاح میں ردیف سے مراد قافیہ کے بعد آنے والے وہ الفاظ ہیں جو مکرر آتے ہوں۔ اور یکساں بھی ہوں مگر ردیف پر مصرعے میں آئے یہ بھی لازم نہیں ہوتا۔ یہ بعض وقت غزل کے مصرعِ ثانی میں

تکرار سے بھی آتا ہے۔اس کی ایک اور تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ۔ قافیہ کے بعد جو الفاظ مسلسل تکرار سے آئیں ردیف کہلاتا ہے۔ایک عمدہ مثال ملاحظہ فرمائیں؛

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

اس شعر میں دونوں مصرعوں میں موجود۔کا۔ردیف کہلاتا ہے۔

قصیدہ کی تعریف

قصیدہ سے کیا مراد ہے؟

قصیدہ عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کو انگریزی میں Eulogy کہتے ہیں۔قصیدہ شعری صنف کے اعتبار سے عربوں کی ایجاد ہے۔

قصیدہ لفظ قصد سے ہے جس کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔بعض روایات کے مطابق اس کے معنی مغز کے بھی ہیں۔مراد یہ ہے کہ قصیدہ تمام اصنافِ شعری میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو انسانی جسم میں سر یا مغز کی ہے۔اس کو فارسی میں چامہ کہتے ہیں۔یوں تو قصیدہ کے اصطلاحی معنی کسی زندہ شخصیت کی تعریف کرنا کے ہیں۔اسکو جنگی ادوار میں سرداروں اور قبائلی حکام کی تعریف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔عرب کی فتوحات کی بدولت یہ صنفِ شاعری ایران میں آئی اور پھر یہاں سے برصغیر میں منتقل ہوتی چلی گئی۔

قصیدہ دراصل درباری طرز کی شاعری ہے جس میں شان وشوکت، جاہ وجلال، جوش اور ولولے کو امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ شاہی درباروں میں قصیدے کو ہر دلعزیزی حاصل ہوئی مگر مغلیہ دور کے زوال کے ساتھ ہی اس صنفِ شاعری کا رنگ کچھ پھیکا پڑنا شروع ہو گیا۔ اور یہ صنف حمد و نعت میں زم ہوتی چلی گئی۔

ہیت کے اعتبار سے قصیدہ غزل سے ملتی جلتی صنف ہے۔ اس کی بحر شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی ہوتی ہے۔ اس کا آغاز مطلع سے ہوتا ہے اور ردیف لازم نہیں ہوتا۔ اس کے کم از کم اشعار کی تعداد پانچ ہے جبکہ زیادہ سے زیادہ اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔ اردو اور فارسی زبان میں کئی کئی سو اشعار کے قصیدے ملتے ہیں۔ قصیدہ کے پانچ اہم اجزاء یہ ہیں؛

تشبیب؛

تشبیب کے معنی شباب کے ہیں۔ یہ قصیدہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس میں صرف نفسِ مضمون باندھا جاتا ہے۔

گریز؛

یہ قصیدے کا دوسرا جز ہے جس میں لکھاری اصل موضوع کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ قصیدہ اور گریز میں ربط ہونا بے حد ضروری ہے کیونکہ اس کی بدولت ہی ایک قصیدہ شاندار تصور کیا جاتا ہے۔

مدح؛

اس حصہ میں قصیدہ گو اس شخصیت کی تعریف بیان کرتا ہے جس پر قصیدہ لکھا جا رہا ہوتا ہے۔ اس کی شجاعت، بہادری کے پل باندھے جاتے ہیں اور بعد میں اس کے ساز و سامان کی بھی تعریف کی جاتی ہے۔

طلب؛

اس جزو میں شاعر ممدوح سے اپنی بیان کی گئی مداح کا صلہ طلب کرتا ہے۔

دعا؛

یہ قصیدے کا آخری جزو ہے اس میں شاعر ممدوح کے لیے دعا طلب کرتا ہے۔

مرثیہ

مرثیہ کیا ہے؟

مرثیہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جسے DIRGE ELEGY کہا جاتا ہے۔ یہ عربی لفظ رثا سے نکلا ہے۔ یہ ایک اہم صنفِ شاعری ہے۔ انگریزی میں

رثا سے مراد مرنے والے کی تعریف و توصیف بیان کرنا کے ہیں۔ گویا مرثیہ ایک ایسی صنفِ شاعری ہے جس میں کسی مرنے والے کی تعریف اس حسرت اور خوبصورتی کے ساتھ کی جاتی ہے کہ غم کا انداز پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا دوسرا نام تعزیتی نظم بھی ہے۔ اس میں مرنے والے کی خوبیوں کو بھی اجاگر کیا جاتا ہے۔

مرثیہ لکھنوی تہذیب کے عروج کے زمانے کی ایک صنف ہے۔ اور اسی دور کے شاعر مرزا دبیر اور میر انیس عظیم مرثیہ نگار تصور کیے جاتے ہیں۔ ہیت کے اعتبار سے آغاز میں مرثیہ کی کوئی خاص شکل متعین نہ تھی۔ اس کو کبھی غزل کی صورت لکھا جاتا کبھی مثلث، کبھی مسدس اور کبھی ترکیب بندھ کی صورت لکھا جاتا۔ مگر بعد میں اسے مسدس کی صورت رائج کر دیا گیا۔ اور باقی تمام ہیئتیں متروک کر دی گئیں۔

مرثیہ کی انواع؛

مرثیہ کئی طرح کا ہوتا ہے۔ مثلاً وہ مرثیہ جو کسی شخص خصوصاً قومی رہنما وغیرہ کی وفات پر اظہارِ غم کے طور پر لکھا جاتا ہے۔ جیسے یومِ اقبال یا یومِ قائد کے موقع پر ان کے مظلق لکھی گئی نظم مرثیہ ہے۔ اس طرح کے مرثیے رسمی کہلاتے ہیں۔ بعض اوقات کسی عزیز

ہستی پر پر شیہ لکھا جاتا ہے شاعر کی ذات کے بے حد قریب ہوتا ہے۔ مگر ایسا مرثیہ دل کی گہرائیوں سے لکھا گیا ہونا چاہیئے ورنہ اس کی حیثیت بھی رسمی مرثیے کی سی ہوتی ہے۔

ایک معیاری مرثیے کے لیے ضروری ہوت ہے کہ اس کا ایک ہی موضوع ہو اس میں تنوع ہونا ضروری ہے اگر ایسا نہ ہوا تو یہ صنف اپنی یکسانیت اور دلکشی کھو بیٹھتی ہے۔ اس کی زبان میں موقع محل کا خیال ہونا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر واقعاتِ کربلا کا ذکر کرنا ہو تو اس میں ضعیف حوالوں سے اجتناب کیا جائے بصورتِ دیگر مرثیہ معیاری نہیں رہے گا۔

نثر کی تعریف

نثر لفظ تین حروف سے مل کر بنا ہے۔ جن میں ن، ث، ر شامل ہیں۔ نثر اردو ادب میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔ نثر ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں مصنف، ادیب، یا لکھاری بغیر کسی موزوں صنعت کے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ اردو ادب کی بنیاد دو اصناف پر پڑی ہے جن میں شاعری اور نثر شامل ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ نثر اردو ادب کے ایک بازو کی حیثیت رکھتی ہے تو غلط نہ ہو گا۔ اردو ادب کو اگر شاعری نے عروج تک پہنچایا ہے تو نثر نے بھی پھر اس کو عروج پر قائم رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

اردو نثر کا باقاعدہ آغاز 1800 میں فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ ہوا۔ اس کالج کی بدولت اردو نثر کی پروان چڑھتی بیل کی مزید آبیاری کی گئی۔ فورٹ ولیم کالج میں شعبہ ہندی (یاد رہے اردو کا پرانا نام ہندی تھا) کے صدرِ شعبہ ڈاکٹر جان گلکریسٹ تھا۔ یہاں پر اور بھی بہت سے اردو ادیبوں نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دیکھاتے ہوئے اردو نثر کا دامن شاہکاروں سے بھر دیا۔ اور یہ شاہکار دورِ جدید میں اپنی ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

اردو نثر میں مصنفین اپنے خیالات کا اظہار علمِ بیان کے سانچوں میں ڈھال کر بیان کرتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں۔ دورِ جدید میں شاعری کی نسبت نثر عام عوام کو زیادہ متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ نثر کو اب مزید شاخوں میں تقسیم کیا جا چکا ہے جن میں اردو تحقیق، اردو تنقید، اردو طنز و مزاح، انشائیہ، ناول، افسانے، مضامین، افسانچے، آپ بیتیاں، رپورتار، سفر نامے، مقالے، مکالمے، اور صحافتی

کالم شامل ہیں۔ اردو نثر کے عظیم نثر نگاروں میں مولانا محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالی، میر امن، فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری، ابنِ انشاء اور سر سید احمد خان شامل ہیں۔

تحقیق کیا ہے؟ اس کی اقسام

انسان نے اس دنیا میں آتے ہی نئی سے نئی تخلیق سے یہ بات ثابت کی ہے کہ انسان ازل سے ہی کھوج اور پرکھ کا خواہاں رہا ہے۔ انسان کی یہ تحقیقی صلاحیت ہی اس کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیتی ہے۔ یہ تحقیق کی صلاحیت ہی ہے جس نے آدم کو آگ پیدا کرنے سے لے کر گول پہیے کی سواری بنانے تک کا درس دیا۔

تحقیق کیا ہے؟

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ یعنی اصل (ح ق ق) ہے۔ اس کا تعلق بابِ تفعیل سے ہے اور اس کے لغوی معنی کھوج، پرکھ، تفتیش وغیرہ کے ہیں۔ اس کو انگریزی میں ریسرچ کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی توجہ سے تلاش کرنا اور دوبارہ تلاش کرنا کے ہیں۔ رابرٹ راس کے مطابق یہ فرانسیسی لفظ ریسرچر سے نکلا ہے۔ جس کے معنی پیچھے جا کر تلاش کرنا کے ہیں۔ ہندی میں تحقیق کو انوسندھان کہتے ہیں جس کا مادہ دھا ہے ہے اور اس کے معنی برقرار رکھنا کے ہیں۔ اور انوسندھا کے معنی ٹوٹے بکھرے دھاگے جوڑ کر رکھنے کے بھی ہیں۔ مگر تحقیق ایک ایسا امر ہے جو انسان پر ہمیشہ غالب رہتا ہے اور کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ اس اصطلاح کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں اس کے بغیر کام ممکن نہیں۔ اس کی بے شمار اقسام درج ذیل ہیں؛

ا۔ تجزیاتی تحقیق؛

سائنسی علام کی تحقیق تجزیاتی تحقیق کہلاتی ہے۔ اس میں سائنسی علام کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

ب۔ اطلاقی تحقیق؛

یہ تحقیق ڈاکٹری، باغبانی اور زراعت کے شعبہ جات سے متعلق ہے۔

ج۔شماریاتی تحقیق؛

یہ تحقیق مواد کی زیادہ مقدار پر مبنیٰ ہے۔

د۔ادبی تحقیق؛

ادبی تحقیق ادب سے متعلق ہے اس میں ادبی اشیاء پر تحقیق کی جاتی ہے۔

ہ۔سندی تحقیق؛

یہ ایسی تحقیق ہے جو کسی ادارے کی زیرِ نگرانی کی جائے۔

و۔غیر سندی تحقیق؛

اس طرز کی تحقیق میں محقیق کسی ادارے کی نگرانی کے بغیر کام کرتا ہے۔

ز۔تقابلی تحقیق؛

اس تحقیق میں کوئی سی بھی دو مختلف قسم کی اشیاء کے درمیان تقابل کیا جاتا ہے۔

ک۔نفسیاتی تحقیق؛

اس سے مراد کتابوں کے مصنفین کے رجحانات اور انکی نفسیات کا مطالعہ کرنا ہے۔

ل۔تہذیبی تحقیق؛

اس میں کسی بھی معاشرے کی تہذیب کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے اور پھر تحقیق کی جاتی ہے۔

م۔تاریخی تحقیق؛

اس میں تاریخی کتب اور تاریخی اصنافِ ادب کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

ن۔علومِ بلاغت وشعری تحقیق؛

اس میں سعری اصطلاحات پر تحقیق کی جاتی ہے اور شعری اوزان کو موضوعِ بحث بنایا جاتا ہے۔

س۔لسانی تحقیق؛

اس قسم کی تحقیق میں زبان پر تحقیق کی جاتی ہے۔

ع۔بین العلومی تحقیق؛

اس میں اردو ادب کا دوسرے علوم کے ساتھ تقابل بھی کیا جاتا ہے اور پھر اس پر تحقیق بھی کی جاتی ہے۔

ف۔سوانحی و تاریخی تحقیق؛

اس میں کسی ادیب یا صنف کے اہم تخلیق کاروں کے متعلق مکمل تحقیق کی جاتی ہے۔

ص۔تنقیدی تحقیق؛

اس میں پہلے سے موجود پرانے اور موجود حقائق کی نئے سرے سے تشریح و توضیع کی جاتی ہے۔

تنقید کیا ہے اور اس کی کتنی اقسام ہیں؟

تحقیق کی طرح تنقید بھی دنیائے ادب کے لیے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ان دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تحقیق اور تنقید نہر کے دو کناروں کی طرح ہیں۔جو کبھی بھی آپس میں نہیں مل سکتے مگر ہمیشہ ایک ساتھ رواں رہتے ہیں۔اس لیے ان دونوں اصطلاحات کو ہمیشہ الگ الگ ہی بیان کیا جاتا ہے۔

تنقید کیا ہے؟

تنقید عربی زبان کا لفظ ہے اور بابِ تفعیل سے تعلق رکھتا ہے۔ تنقید کا مادہ نقد ہے۔ اس کے معنی کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرنا کے ہیں۔ تنقید ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں کسی بھی شخص چیز یا پھر صنف کے منفی اور مثبت پہلو گنوائے جاتے ہیں۔ دورِ جدید میں تنقید کو صرف نقص بیان کرنا تصور کیا جاتا ہے مگر ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ کسی بھی شے کی صرف خامیاں بیان کرنے کی اصطلاح تنقیص کہلاتی ہے جس میں صرف اور صرف منفی پہلوؤں کو اُجاگر کیا جاتا ہے۔ تنقید کا قیام آج سے کئی سو سال پرانا ہے۔ مغرب میں سب سے پہلے اس اصطلاح کو رواج ملا تھا انگریزی میں اسے کریٹیسائز کہا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں؛

تنقید کی اقسام؛

ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق تنقید دراصل کلاس نوٹس کی طرح سے ہے جس کا بنیادی مادہ تو تقریباً ایک رہتا ہے مگر مثالیں بدلتی رہتی ہیں۔ اس کی مختلف اقسام درج ذیل ہیں؛

ا۔ آرکی ٹائپل تنقید

یہ نفسیاتی تنقید کی اہم شاخ ہے جس میں کسی ادیب یا ادب کے اجتماعی لاشعور پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ب۔ نفسیاتی تنقید

فرائیڈ کے دریافت کردہ نفسِ لاشعور کو اہمیت دینے والے ناقدین کا مطالعہ نفسیاتی تنقید کہلاتا ہے۔ ادبی اصطلاح میں کسی ادیب کے نفس کو پرکھنا بھی مراد لیا جاتا ہے۔

ج۔ استقرائی تنقید

یہ ایک ایسی تنقید ہے جس میں کسی ادیب کو خارج سے عائد کردہ اصول و قوانین سے نہیں بلکہ اس کی اپنی تصنیف کے مطابق پرکھا جاتا ہے۔

د۔ تجزیاتی تنقید

اس میں کسی بھی ادب پارے کے بنیادی اوصاف کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔

ہ۔ رومانی تنقید

اس تنقید میں ادیب کے رومانوی رنگ کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے۔

و۔ سائنٹفک تنقی

یہ ایک ایسی شاخ ہے جس میں سائنٹفک علام کے مطلق تنقید کی جاتی ہے۔

ز۔ عمرانی تنقید

یہ معاشرے کی تنقید ہے اس میں ادیب اور ادب کو معاشرتی پس منظر سے پرکھا جاتا ہے۔

ح۔ مارکسی تنقید

اس میں کسی بھی ادب کا مطالعہ موضوع کی طبقاتی کشمکش میں کیا جاتا ہے۔

ط۔ نظریاتی تنقید

اس میں نظریاتی بنیادوں پر کام کیا جاتا ہے۔

ی۔ عملی تنقید

کسی فنکار یا ادب کا نظریاتی مطالعہ عملی تنقید کہلاتا ہے۔

ک۔ ہیئتی تنقید

اس میں کسی بھی صنف کی ہیتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

ناول اور افسانے میں کیا فرق ہے؟

پس منظر؛

اردو ادب میں شاعری کو اولیت حاصل ہے اور پہلے پہل شعرا شاعری کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ مگر پھر آہستہ آہستہ نثر نے سر اُٹھانا شروع کیا۔ اور پھر نثری تحریروں کی صورت وارداتِ قلبی کا اظہار کیا جانے لگا۔ ناول داستان کی ترقی یافتہ شکل ہے اور افسانہ ناول کا ماخذ تصور کیا جاتا ہے۔

ناول کیا ہے؟

یہ ایک مغربی صنف ہے جو اردو میں داستان کے بعد رائج ہوئی۔ اس کے معنی نیا۔ انوکھا۔ عجیب اور نمایاں کے ہیں۔ یہ ایک نثری کہانی ہوتی ہے جو کسی ایک انسان کی تمام زندگی پر محیط ہوتی ہے۔

افسانہ کیا ہے؟

افسانہ بھی ایک نثری صنفِ سخن ہے۔ اس کے معنی حقیقت کا نقیض۔ جھوٹ۔ جھوٹی کہانی۔ بات کو زیبِ داستان کے لیے بڑھانا وغیرہ ہیں۔ اس کو قصہ واقع یا کہانی بھی کہا جاتا ہے۔

ناول اور افسانے میں بنیادی فرق؛

ناول اور افسانے میں بہت سے مختلف عناصر ہیں جیسے ناول ایک ایسی نثری کہانی ہوتی ہے جو کہ کسی انسان کی تمام زندگی پر مبنی ہوتی ہے۔ اس میں بے شمار کردار پائے جاتے ہیں۔ یہ داستان سے تھوڑی چھوٹی کہانی ہوتی ہے اور اس میں مصنف زندگی کی تلخ حقیقتوں کو بیان کرتا ہے۔ اس میں چھوٹی چھوٹی کئی کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ جو آپس میں مربوط ہو کر ناول کی شکل اختیار کر جاتی ہیں۔ ناول افسانے سے طویل ہوتا ہے اس کو ایک ہی نشست میں پڑھا نہیں جا سکتا۔ بعض اوقات اس کے ابواب بھی بنا دئے جاتے ہیں۔ اور انکو عنوانات بھی دئے جاتے ہیں۔ جبکہ افسانہ ناول کی نسبت مختصر ہوتا ہے۔ اس میں انسان کی زندگی کے کسی ایک پہلو کو مدِ نظر رکھا

جاتا ہے۔ اور اُس ایک پہلو کو اس قدر خوبصورتی کے ساتھ بیان کر دیا جاتا ہے کہ قاری پر سب کچھ عیاں بھی ہو جاتا ہے اور ایک طرح سے اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ افسانہ ایک ایسی صنفِ ادب ہے جس کو ہم ایک ہی نشست میں ختم کر سکتے ہیں۔ اس میں ایک بنیادی کردار ہوتا ہے اور باقی دو چار کردار اس کے گرد گھومتے ہیں۔ ناول اور افسانہ میں اسلوب کو خبصورت بنانے کے لیے بھی بھرپور اقدامات کیے جاتے ہیں۔

ماحصل؛

دورِ جدید میں انسان بہت عجلت پسند ہو گیا ہے۔ اسی عجلت نے انسان کو اختصار پسند بنا رکھا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ آدمی نے داستان سے ناول کا سفر طے کرنے کے بعد افسانے سے اب افسانچے کو اہمیت دینا شروع کر دی ہے۔